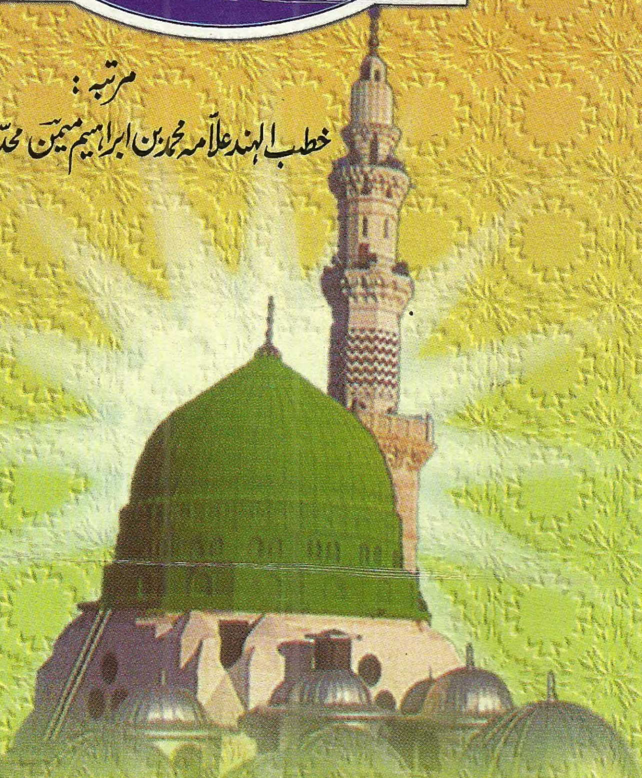
درود محمدی ﷺ

مرتبہ :
خطیب الہند علامہ محمد بن ابراہیم میمن محدث جوناگڈھی رحمہ اللہ



أَتَستَبدِلُونَ الَّذِیْ هُوَاَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ

کیا تم اعلیٰ درجے کی چیزوں کے بدلے ادنا درجے کی چیزیں لینا چاہتے ہو ؟

افسوس ہے اُن پر جو قرآن وحدیث کے اعلیٰ طریقے کے بدلے ملکی رسم ورواج کے ادنیٰ طریقے کو لیں

درودِ محمدی

جس میں مروجہ فاتحہ اور تیجے دسویں بیسویں چالیسویں ششماہیں برسی عرس جمعرات چاندرات شب برات تبارک نذر نیاز غیر اللہ وغیرہ غرض موت کے بعد کی کل رسموں کی تردید قرآن وحدیث اجماع قیاس صحابہ تابعین تبع تابعین محدثین مجتہدین چاروں اماموں اور چاروں مذہبوں سے سینکڑوں دلیلوں سے تفصیل دار کی گئی ہے اور جتنی دلیلیں اُنکے کاموں کے کرنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں ہر ہر دلیل کے کئی کئی لاجواب جواب دیئے گئے ہیں امید ہے کہ اس رسالے کے انصاف سے دیکھنے والے ان بدعتوں سے ضرور بچیں گے۔

مُرتّب

خطیب الہند علامہ محمد بن ابراہیم میمن محدث جوناگڑھی

ناشر: مکتبہ محمدیہ دہلی

نام کتاب: درودِ محمدی
مؤلف: محمد بن ابراہیم میمن محدث جوناگڑھی
طابع: انصاری پرنٹرس دہلی
بارِ اوّل: دسمبر ۲۰۰۱
قیمت: ۳۰ روپے
ناشر: مکتبہ محمدیہ دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

حمدِ خدا تعالیٰ

روئے زمین کے درختوں کی قلمیں بنا کر اور روئے زمین کے پانیوں کی روشنائی گھول کر بھی اگر رب العالمین معبود برحق کی حمد و ثنا لکھی جائے تو قلمیں گھس جائیں گی سیاہیاں ختم ہو جائیں گی لیکن رب کے پیارے اور نہ ختم ہونے والے اوصاف کبھی ختم نہ ہوں گے۔

دنیا کی عمر کے برابر عمر پا کر بھی اگر کوئی شخص خدا کی اَن گنت اور بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہے تو ناممکن۔ ہر ہر سانس پر رب کی تسبیح و تکبیر پڑھتا رہے مگر اُس کی پاکیزگی اور بڑائی کے مقابلے میں پھر بھی کچھ نہیں۔ ہواؤں میں اڑنے والے پرند، سوراخوں میں رہنے والے جانور، گردن جھکائے چلنے والے چوپائے، زمین پر رینگنے والے کیڑے، گھنے جنگلوں میں بادشاہت کرنے والے درند، سربفلک پہاڑوں کی چوٹیاں، بچھی ہوئی اور پھیلی ہوئی زمین، روانی سے بہتے ہوئے دریا، موجیں مارنے والے سمندر، خاموش درخت، باادب فرشتے، ناری اور ترابی مخلوق، زناٹے بھرتی ہوئی طاقت دار ہوا، اونچا اور جھکا ہوا آسمان، چمکتے ہوئے ستارے اور سورج چاند۔ ہاں کائنات کا ایک ایک ذرہ، جس کی تعریفوں کے بیان میں مشغول

ہے۔ وہ ذات اقدس الٰہ العٰلمین اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ہی ہے۔

سب اُس کے محتاج اور وہ سب سے بے نیاز۔ سب اس کا دیا کھاتے والے، اور اس کا ہاتھ تکنے والے۔ کسی کو ایک تنکا پھڑکانے کی۔ ایک سانس لینے کی بلکہ منہ پر سے مکھی اُڑانے کی طاقت نہیں۔ اس کی عظمت کے سامنے سب دبکے ہوئے۔ اس کے دبدبے کے سامنے سب دست بستہ۔ کونسا دل ہے جس میں اُس کی ذات سے امیدیں بندھی ہوئی نہ ہوں؟ کونسا دل ہے جو اُس کے خوف سے خالی ہو؟ سب کا خالق سب کا مالک سب کا رازق وہی۔ عزت ذلت کا دھنی۔ امیری غریبی پر قادر۔ سارے ملک کا تنہا مالک۔ مارنے جلانے والا۔ تندرست بیمار کرنے والا۔ بھوک کے وقت نرم و گرم غذا دینے والا۔ پیاس کے وقت سرد و خنک پانی دینے والا۔ سوتے ہوؤں کی حفاظت کرنے والا وہی ہے۔

جس کا علم محیط کل۔ جس کی قدرت ہر چھوٹے بڑے پر۔ جس کی سمع و بصر ادراک سے دور۔ جو پانی کو پتھر کر دینے پر۔ جو آگ کو باغ کر دینے پر۔ جو دشمن کو دوست کر دینے پر۔ جو رحمت کو زحمت کر دینے پر قادر ہے۔ وہ وہی ہے جس کی سلطنت آسمان و زمین پر ہے جس کا حکم ہر شے پر ہے جس کا کوئی ارادہ مراد سے جدا نہیں۔ جس کا کوئی حکم ٹلتا نہیں۔ جس کا کوئی فرمان بدلتا نہیں، جس کا نہ کوئی وزیر ہے نہ مشیر۔ جس کا نہ کوئی ضد ہے نہ ند۔ جس کا نہ کوئی شریک ہے نہ ساجھی۔ جس کی نہ اولاد نہ ماں باپ۔ جس کی نہ قوم نہ برادری۔ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔

پھولوں میں خوشبو اُس کی دی ہوئی۔ منظروں میں دلفریبی اُس کی رکھی ہوئی۔ چہروں میں خوبصورتی اس کی پیدا کی ہوئی۔ میاں بیوی میں۔ اولاد اور ماں باپ میں محبت اس کی رکھی ہوئی۔ پھلوں میں ذائقہ اس کا دیا ہوا۔ پتیوں میں رنگ اس کا بھرا ہوا۔ دریاؤں میں روانی اُس نے دی۔ سورج چاند میں روشنی اُس نے دی۔ زبان کو بولنے، آنکھوں کو دیکھنے کی، کانوں کو سننے کی، دل کو سمجھنے کی، ہاتھوں کو پکڑنے کی، پاؤں کو چلنے کی، معدے کو ہضم کرنے کی طاقت اُسی نے دی ہے۔

وہ بے شمار نعمتیں ہمیں دے چکا لیکن اُس کے خزانے ویسے ہی بھرپور رہیں۔ جیسے ان نعمتوں کے دینے سے پہلے تھے ہم اَن گنت نعمتیں اس سے لے چکے لیکن ہماری محتاجی ویسی ہی ہے جیسی ان نعمتوں کے ملنے سے پہلے تھی۔ نہ کبھی اُس کی بے نیازی ختم ہو نہ کبھی، ہماری محتاجی ختم ہو۔ سب کی سُننے والا، گنہگاروں پر بھی شفقت رکھنے والا کسی کو اپنے در سے محروم نہ پھیرنے والا، گرے پڑوں کو سہارا دینے والا، ضعیفوں اور عاجزوں کی فریادرسی کرنے والا، مصیبتوں میں کام آنے والا۔ بے موسم کے پھل دینے والا۔ بڑھاپے میں اولاد دینے والا۔ مُردوں کو زندہ کر دینے والا، دور و نزدیک کی سُننے والا وہی ہے۔

وہ کون ہے؟ جو تم پر تم سے زیادہ مہربان ہے؟ وہ کون ہے جس نے ماں کے پیٹ میں تمہاری پرورش کی؟ وہ کون ہے جس نے دنیا میں آنے سے پہلے تمہاری خوراک ماؤں کے سینے میں جمع کر دی؟ وہ کون ہے جس نے آنکھ ناک کان اور

زبان تمھیں دی؛ وہ کون ہے جو تمھیں کھلاتا پلاتا ہے۔ سلاتا جگاتا ہے؛ بیوی بچے دوست احباب کس نے دیئے؛ آسمان سے پانی اتارنا، زمین سے اناج اُگانا کس کے ہاتھ میں ہے؛ اسی کے جس کا عرش آسمانوں پہ ہے۔ جس کا حکم ہر جگہ ہے جس کی سلطنت چپّے چپّے پر ہے۔ اُسی کا نام اللہ ہے، وہی رحمٰن ہے، وہی رحیم ہے وہی رب العالمین ہے وہی عبادتوں کے لائق ہے ؎

گلگشت کروں کہ سیرِ صحرا دیکھوں یا معدن وکوہ ودشت ودریا دیکھوں؟
ہیں چار طرف ترے ہزاروں جلوے حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں؟

تَبَارَكَ اِسْمُهٗ وَتَعَالٰى جَدُّهٗ وَلَا اِلٰـهَ غَيْرُهٗ

نعتِ مصطفٰےؐ

دُنیا میں رحمت بن کر آنے والا۔ بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لگانے والا، رب کا پیارا اُمّت پر مہربانیوں والا۔ خدا کا کلام لانے والا۔ رب کا پیام سنانے والا۔ نبیوں میں سردار بننے والا۔ غیروں کا غم کھانے والا۔ دشمن پر رحم کرنے والا۔ بدخواہ کی خیر خواہی کرنے والا۔ غریبی کو امیری پر۔ فقیری کو بادشاہی پر ترجیح دینے والا، بوریہ نشینوں کو تختِ سلطنت دلوانے والا۔ گڈریوں کو عالم کا سلطان بنانے والا۔ اُمّیوں کو علماء کا اُستاذ بنانے والا۔ ظلمت کو نور سے۔ کفر کو ایمان سے۔ برائی کو بھلائی سے، بدی کو نیکی سے۔ رات کو دن سے۔ خزاں کو بہار سے۔ اندھیرے کو روشنی سے۔ شرک کو توحید سے۔

بد خصلتی کو خوش خلقی سے بدلنے والا۔ معراج کو جانے والا۔ معجزے دکھانے والا۔ رحمۃ للعالمین لقب پانے والا۔ ساری دنیا کی طرف بھیجا جانے والا۔ دنیا کو آباد کرنے والا۔ ویرانوں کو بسانے والا۔ کفر کو توڑنے والا۔ اسلام کو پھیلانے والا۔ نیکی کی نیو رکھنے والا۔ خوش اخلاقیوں کا رواج دینے والا۔

رحمت کا نشیمن۔ معرفت کا معدن۔ علم کا برتن۔ احسان کا مخزن، وہ جس نے پیتل کو سونا بنایا۔ وہ جس نے قلعی کو چاندی کر دی۔ وہ جس نے خدا کی سلطنت پھیلائی۔ وہ جس نے رب کی منادی سنائی۔ وہ جس نے حقانیت کی آواز لگائی۔ باطل کی طاقتوں کو جس نے میٹ دیا۔ مغروروں کے غرور ڈھا دیئے۔ باطل کے جھنڈے اکھاڑ دیئے۔ کفر کی قلعی کھول دی۔ شیطان کو منہ چھپاتے ہی بنی۔ ضلالت کو منہ کی کھانی پڑی۔ شرک کو جان کھونی پڑی۔ بداخلاقی کا نام نہ رہا۔ گناہوں کا کام نہ رہا۔ جنات کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ برائیوں کے دیئے بجھ گئے۔ دھوکہ بازیوں کے چراغ گل ہوئے۔ بت اوندھے منہ گر پڑے۔ شراب خانے ویران ہوئے۔ قمار خانے خراب ہوئے۔ اڈے اٹھ گئے۔ بت خانے اُجڑ گئے۔ صلیبیں اتر گئیں۔ رسم و رواج کے طوق الگ ہو گئے۔ آبائی طریقے اٹھ گئے۔ رحمت کی بدلیاں چھا گئیں۔ فضل کی بارش برسنے لگی۔ لطف و کرم کا ایک نیا آسمان بنا۔ فیض و برکت کی نئی زمین قائم ہوئی۔ کفر کے لشکر ہلاک ہوئے۔ باطل کی دلیلیں ٹوٹیں۔ شیطانی فوجیں بھاگیں۔ ہاں وہ جس کی آمد نے دنیا کو لرزہ براندام کر دیا۔ ایک ایک دل میں جس کی

دہشت سماگئی ایک ایک پتہ پتہ بن گیا۔ ہرایک بید کی طرح تھرانے لگا۔ صرف رعب سے جی بیٹھا جانے لگا۔ جس کی شریعت صاف تھی۔ جس کی فطرت نیک تھی۔ جس کی عصمت خدا کے ہاتھ تھی۔ جس کی نیکی عام تھی۔ جس کے کلام میں شیرینی تھی۔ جس کے چہرے پر نورانیت تھی۔ جس کے دل میں پاکیزگی تھی۔ جس کا سینہ کھلا ہوا تھا۔ جس کی سخاوت بڑھی ہوئی تھی۔ جس کی شجاعت بے نظیر تھی۔ جس کی حقانیت کھلی ہوئی تھی۔ جس کی راہ خطرے سے خالی تھی۔ جس پر خدا کی وحی آتی تھی۔ جس کے گھر خدا کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں۔ جو گناہوں سے معصوم تھے جو خدا کی طرف سے محفوظ تھے جن کے ساتھ آسمانی لشکر تھے۔ جن کی صحبت میں خدا کے چیدہ بندے تھے جن کی زبان پر خدا بولتا تھا۔

سارے عالم کے افسر۔ صاحبِ حوضِ کوثر۔ سرورِ رسولاں۔ شاہ انس و جاں یاسمینِ چمنِ محبوبیت۔ اور نگ نشینِ انجمنِ مقبولیت۔ بدرالدجیٰ۔ شمس الہدیٰ۔ یگانہ ہر یگانہ۔ ہمائے ہر خانہ۔ زہد و قناعت میں بے بدل۔ صبر و استقامت میں ضرب المثل مقرب بارگاہِ ربانی۔ مخزنِ کمالات انسانی۔ لطفِ ربّانی سے مسرور۔ نظرِ صمدانی کے منظور۔ متواضعِ بے نظیر۔ محبِ فقر و فقیر۔ اکرام خداوندی سے سرفراز۔ منصبِ نبوتِ عامّہ سے ممتاز۔

کون ؟ وہ جس کی آمد کی بشارت ہر نبی نے دی۔ کون ؟ وہ جس کی آمد کی خبر ہر کتاب میں لکھی گئی۔ کون ؟ وہ جس کا نام آج چھتر کروڑ انسانوں کی زبانوں

پر ہے۔ کون؟ وہ جس کی رسالت کی گواہی بلند مناروں پر گونج رہی ہے۔

اے رب العالمین تو اس رحمۃ للعالمین پر اپنے بیشمار درود و سلام نازل فرما۔ اے ہر جاندار کے مالک تمام انس وجن کی طرف آنے والے اپنے اس نبیؐ پر اپنے کروڑوں درود و سلام نازل فرما۔ ؎

گل ہے اگر بدن تو پسینہ گلاب ہے ؛ صلِّ علیٰ وہ جسمِ رسالت مآب ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

عرض حال

؎ ناز بھی ہوتا ہے ہوتی رہے بیداد بھی
سب گوارا ہے اگر سنتے رہو فریاد بھی

وہ کونسا دن گذرتا ہے کہ سورج چڑھ کر ڈوب جائے اور اہلِ حدیث کو بعض برادرانِ احناف کی طرف سے کوئی جدید تحفہ نہ ملے۔ جس طرح ہندوؤں نے اپنا ایک کوٹ ورڈ گائے کو ٹھہرالیا ہے جہاں آواز نکلی کہ "گئو ماتا" وہیں تمام ہندو جمع ہو گئے۔ اسی طرح ہمارے ان حنفی بھائیوں نے بھی ایک کوٹ ورڈ بنا رکھا ہے جہاں کسی ایک کے منہ سے نکلا کہ "وہابی" وہیں ایسے تمام حنفی اکٹھے ہو گئے۔ جانا بیجا کا کوئی سوال نہیں۔ حق و ناحق کی کوئی تلاش نہیں، لگاتے

کھانا اُن کے نزدیک وہ جُرم ہے جس کے برابر کا کوئی جرم نہیں۔ ترکِ تقلید ان کے نزدیک وہ جرم ہے جس کا ہم وزن شرک و کفر بھی نہیں۔ ہم یہ تو ہرگز نہیں کہیں گے کہ گالیوں کا جواب گالیوں سے دیا جائے لیکن ہمیں یہ بھی گوارا نہیں کہ منہ میں گھنگھنیاں بھر کر گونگے شیطان بن جائیں۔ لوگ غلط مسائل کو لے کر غل مچائیں اور ہم سچے مسائل کی اشاعت سے بھی قلم روک لیں۔ لوگوں سے اس قدر ڈریں دبیں کہ خدا کا خوف بھی اتنا نہ ہو۔ اُن کی زیادتی تعداد سے مرعوب ہو کر کونے کھدرے ڈھونڈتے پھریں۔ جس دل میں غیرت نہیں اُس دل میں ایمان نہیں۔ جس میں حق گوئی کی جرأت نہیں اُس میں نورِ اسلام نہیں۔ اصلاحی حمیت اگر ہم میں نہ ہو تو ہمیں اپنی آخرت کا نوحہ کرنا چاہیئے۔ خودداری اور خدا پرستی کا جذبہ اگر ہم فنا کر چکے ہیں تو ہمیں اچانک مٹ جانے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے ؎

آج کیا پھرتی ہے بُلبل گل پہ اتراتی ہوئی　　کل تو ہو گی پنجۂ صیاد میں آئی ہوئی

وہ قوم زمین کی پیٹھ کے لائق نہیں جس کے افراد بزدل اور پست ہمت ہو گئے ہوں جن میں سے اشاعتِ مذہب کا ولولہ اُٹھ گیا ہو جو دوسروں کے فضول اعتراضات سُن کر جو دوسروں کو روزانہ غلط حملے کرتے ہوئے دیکھ کر بھی دم بخود ہوں اور مارے خوف و دہشت کے چوں بھی نہ کرتے ہوں۔ اہلحدیث بھائیو! جاگو! نہ لڑو نہ گالیاں دو، نہ اُلجھو نہ لٹو مگر حق گوئی سے نہ رکو۔ اعتراضات

کو ہٹاؤ۔ حق کی تبلیغ کرو۔ قرآن و حدیث لوگوں کے سامنے رکھو اور سنت کو ظاہر کرو۔ پھر دیکھو تو سہی کہ کس طرح آسمانی مدد تم پر نازل ہوتی ہے پوری بستی میں سارے شہر میں اگر ایک شخص بھی توحید و سنت کا پابند ہے تو وہ اپنے تئیں کمزور نہ سمجھے اس لئے کہ وہ اکیلا نہیں اُس کے ساتھ اُس کا دوسرا خود خدا ہے ؎

اے مسلم بیدار جہاں کو بھی جگادے ✣ جو آگ تیرے دل میں ہے ہر دل کو لگادے

کیا آپ بھول گئے؟ کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا صرف اپنے یارِ غار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غار میں تھے اور اہل مکہ آپ کی تلاش میں تھے اور سر پر آپہنچے تو صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں حضورؐ غضب ہو گیا اب پکڑ لئے گئے بڑا ہوا۔ اپنی کمزوری ناطاقتی بے کسی اور بے بسی پر آزردہ ہونے لگے کہ خدا کے رسول رسولوں کے سرتاج صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے ایک آواز نکلتی ہے جو کرۂ ارض کو ہلاتی ہوئی فضائے آسمانی میں گونجتی ہوئی عرش عظیم تک پہنچتی ہے اور صدیق اکبرؓ کے دل کو ڈھارس کر کو تقویت کیلئے کو ہمت اور ایمان کو نورانیت بخشتی ہے ارشاد ہوتا ہے مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا ابوبکر! ان دو کیا سمجھتا ہے جن کا تیسرا خود خدا ہو؟ کیا جس کی مدد پر خدا ہو اسے بھی کوئی پامال کر سکتا ہے؟ کیا جس کے ساتھ رب ہو اس کا بھی کوئی نقصان کر سکتا ہے؟

"ساری خدائی اک طرف، فضلِ الٰہی اک طرف" ؎

تازہ ہے چمن عبدِ خدا سے دو جہاں کا ✣ کچھ دخل نہیں گلشن قدرت میں خزاں کا

دوستو! دلوں کو ہیبتِ خدا سے اتنا پُر کر لو کہ دوسرے کی ہیبت کے لئے اُس میں جگہ نہ رہے۔ محبّتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دل کے کونے کونے میں جمالو کہ پھر کسی کی حُب میں آکر سنتِ رسولؐ ترک نہ ہو۔ نماز روزے کی طرح توحید و سنت کی اشاعت اپنے ذمّہ ضروری جانو، جو جہاں ہو اور جتنا امکان ہو تبلیغِ دین میں کوتاہی نہ کرے۔ صرف نام رکھ لینے سے کام نہیں چلتا بے جھجک اور بے خوف ہو کر اللہ کے بندوں کو خدا کی چوکھٹ پر لا جھکا دو۔ امتِ محمدؐ کو سنتِ رسولؐ حدیثِ رسولؐ کی دعوت دو۔ اہلحدیث ہو تو گھر گھر حدیث پہنچا دو۔ موحد ہو تو ہر ایک کو دلدادۂ توحید بنا دو۔ محمدی ہو تو دنیا سے غیروں کی نسبت چھڑا دو۔ نام رکھ کر کام نہ کرنا بھلائی نہیں بلکہ برائی ہے کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ عمل نہ کرنا اور زبانی دعویٰ کرنا خدا کو سخت ناپسند ہے۔

یاروں نے گو اَنَا الحق اس منہ سے بول دیکھا ؛ ہیں سرِّ حق سے غافل سب کو ٹٹول دیکھا

وجہِ تصنیف

ابھی ابھی جودھپور سے ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب نے ایک رسالہ بہ نام "مرگئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود" شائع کیا ہے۔ اس میں پہلے تو اہلحدیث کو گالیاں دی ہیں۔ پھر لوگوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اُن سے ہرگز نہ ملیں جلیں۔ یہ قابلِ نفرت ہیں، ان کی امامت ناجائز ہے۔ انھیں مسجدوں میں نہ آنے دو وغیرہ۔ پھر کچھ تہمتیں

رکھی ہیں جن کا ازالہ بارہا کر دیا گیا ہے پھر اصل مسئلہ کو بیان کیا ہے۔ ہم قطع نظر اور چیزوں کے اس وقت اس رسالہ کی اسی روح کو لے رہے ہیں۔ ماسٹر صاحب نے تو اپنی زبان بے قابو کر دی ہے لیکن ہم شرعی تہذیب سے قدم بڑھانا نہیں چاہتے۔ اس لئے نامہذب الفاظ اور طعن تشنیع کے جواب کو سپرد خدا کر کے اُن کے دلائل کا جواب شروع کرتے ہیں۔ لیکن جواب شروع کرنے سے پہلے ہم اس بات کو دیکھنا اور دکھانا چاہتے ہیں کہ ماسٹر صاحب کی سُرخی عنوان کے مصداق اہلِ حدیث ہیں یا حنفی؟ یعنی "مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود" یہ مثال حنفیوں پر صادق آتی ہے؟ یا اہلحدیثوں پر؟ سنئے اہلحدیث کے ہاں فاتحہ بھی ہے اور درود بھی ہے، ہاں حنفیوں کے مذہب کی کتابوں میں یہ دونوں چیزیں نہیں۔ اہلِ حدیث تو فاتحہ کے یہاں تک قائل ہیں کہ نماز کی جس رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے اُن کے مذہب میں وہ رکعت نہیں ہوتی۔ خواہ نمازی اکیلا ہو خواہ امام ہو خواہ مقتدی ہو اور نماز خواہ فرض ہو خواہ فرض کے سوا اور کوئی ہو، چار رکعت والی ہو یا اس سے کم و بیش کی ہو۔ جس نماز کی جس رکعت میں جس وقت جس حالت میں جو کوئی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے ان کے نزدیک اُس کی نماز نماز ہی نہیں۔ لیکن حنفی حضرات جن کی تقلید کرتے ہیں اُن کا فرمان، وہ یہ نقل کرتے ہیں کہ اَدْنیٰ مَا یُجْزِیْ مِنَ الْقِرَأَۃِ فِی الصَّلٰوۃِ اٰیَۃٌ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ یعنی کم سے کم کسی ایک آیت کے پڑھ لینے سے امام صاحب کے نزدیک نماز ہو جائے گی۔

ملاحظہ ہو ہدایہ فَصْلٌ فِی الْقِرَاءَۃِ صفحہ ۹۵ مطبوعہ مجتبائی ۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہی حضرات خود امام صاحبؒ کا مذہب یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ فَاِنِ افْتَتَحَ بِالْفَارِسِیَّۃِ اَوْ قَرَأَ فِیْھَا بِالْفَارِسِیَّۃِ اَوْ ذَبَحَ وَسَمّٰی بِالْفَارِسِیَّۃِ وَھُوَ یُحْسِنُ الْعَرَبِیَّۃَ اَجْزَاہُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ ۔ یعنی اگر کوئی شخص باوجود اچھی طرح عربی میں ادا کرنے کی قابلیت رکھتے ہوئے بھی نماز کو فارسی زبان سے شروع کرے یا فارسی زبان میں ہی قرآن کا ترجمہ پڑھے یا ذبح کرنے کے وقت بسم اللہ کی بجائے فارسی میں ترجمہ پڑھے تو نماز اور ذبیحہ دونوں امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔ لیجئے جناب سارے قرآن میں سے جہاں سے چاہیے ایک ہی آیت پڑھ لے مثلاً کہہ دے صٓ ۚ یا کہہ دے قٓ ۚ نماز ہو جائے گی اور آیت بھی نہ پڑھے صرف اس کا ترجمہ ہی فارسی زبان میں کہہ لے ۔ مثلاً کہہ دے " دو برگ سبز " یا مثلاً کہہ دے " از جنس جن وانس " تب بھی نماز ہو گئی ۔ پس اب ایمان سے بتلاؤ کہ فاتحہ کس کے ہاں ہے اور کس کے ہاں نہیں ؟ اچھا ہوتا جو آپ اپنے رسالہ کا یہ نام نہ رکھتے ؎

بہارِ باغ سے بلبل ہے دل لگائے ہوئے ٭ خزاں بھی تاک میں بیٹھی ہے خار کھلائے ہوئے

اب درود کی نسبت سنئے ! اہل حدیث تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا اپنی زندگی کا فریضہ اور اپنی نجات کا ذریعہ جانتے ہیں ، زندہ شہادت لیجئے ۔ آپ کے مذہب کی فقہ کی کتابیں ایک طرف رکھ لیجئے اور اہلحدیث کی وہ کتابیں

جن سے وہ صحیح حدیثیں لیا کرتے ہیں یعنی صحاح ستہ وغیرہ دوسری جانب رکھ لیجیے، پھر ورق پلٹتے جائیے، ناممکن ہے کہ حدیث کی کتاب کے ایک ایک صفحے میں کئی کئی بار درود شریف نہ ہو اور ناممکن ہے کہ فقہ کی کتابوں میں کئی کئی صفحوں میں ایک مرتبہ بھی درود ہو۔ اس لئے کہ اہلحدیث کو تو براہ راست حدیث سے غرض ہے وہ ہر ہر مسئلے پر حدیث لائیں گے اور خدا کے فضل سے ہر جگہ رسول اللہ کے لفظ کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھیں گے جو درود ہے۔ برخلاف اس کے چونکہ حنفیوں کو اپنے امام سے ان کے شاگردوں سے فقہا سے غرض ہے اس لئے وہ ان کے اقوال پر اکتفا کریں گے انھیں ضرورت ہی کیا ہے جو حدیث لائیں اگر اتفاقیہ کسی خاص وجہ سے ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ بھی گیا ہے تو علیہ السلام سے زیادہ نہیں لکھتے اِلَّا مَاشَاءَ اللہ، حالانکہ درود نام ہے صلوٰۃ وسلام دونوں کا۔ اور قرآن میں حکم بھی دونوں کا ہے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا کے الفاظ ہیں۔ پس بحمداللہ یہ فخر بھی اہلحدیث کو حاصل ہے کہ وہ بار بار اپنی کتابوں کے ایک ایک صفحہ میں کئی کئی مرتبہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لکھتے ہیں۔ حنفی بھائیو! تم ایک شخص کو شرح وقایہ جو حنفی مذہب کی کتاب ہے، دے کر پڑھنے بٹھا دو۔ اور ایک شخص کو بخاری شریف دے کر بٹھا دو جو حدیث کی کتاب ہے پھر دیکھو کہ کس کتاب میں درود بکثرت پڑھے جاتے ہیں۔ پس پھر بھی اہل حدیث کو درود کا منکر کہنا آنکھوں پر ٹھیکری رکھنا اور دیکھتی مکھی نگلنا ہے۔ دوستو! انصاف سے کام لو۔

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا ۔ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

اچھا اور سُنئے اہلحدیث کا تو مذہب ہے کہ سلام پھیرنے کے وقت جو شخص التحیات پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے اور سلام پھیر دے تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ حنفی مذہب میں ہے وَهُوَ لَيْسَ بِفَرِيْضَةٍ عِنْدَنَا یعنی درود کا پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں صفحہ ۹۲ جلد اول ہدایہ باب صفۃ الصلوٰۃ۔ بلکہ حنفی مذہب کہتا ہے اِنْ تَعَمَّدَ الْحَدَثَ فِیْ هٰذِهِ الْحَالَةِ اَوْ تَكَلَّمَ اَوْ عَمِلَ عَمَلاً يُّنَافِي الصَّلٰوةَ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ یعنی اگر کسی شخص نے اس حالت میں یعنی التحیات پڑھ لینے کے بعد عمداً پچھلے راستہ سے ہوا نکال دی یا بات کر لی یا نماز کے خلاف کوئی کام کر لیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی" یعنی صرف التحیات پڑھ کر گوز مار دے، بات کر لے وغیرہ تو بغیر اس کے کہ اُس نے درود پڑھا ہو اس کی نماز پوری ہو گئی۔ اور سنئے! دُرِّ مختار مصری جلد اول صفحہ ۳۸۳ میں پہلے قعدے میں التحیات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مکروہ لکھا ہے۔ عبارت یہ ہے وَمَكْرُوْهَةٌ فِیْ صَلٰوةٍ غَيْرِ تَشَهُّدٍ اٰخِيْرٍ۔

اب کہیے درود کس کے ہاں اشد ضروری ہے اور کس کے ہاں نہیں، الزام لگا کر چپکے ہو گئے یہ نہیں معلوم کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے ؎

سچ ہے ہوتی ہے بُری مظلوم کی فریاد
رکھ کے بُلبل پہ چُھری پھڑکا کیا صیاد بھی

اِن بدعتوں کی ابتدا

ایسے مسلمان جو سنتوں سے بوجہ عدمِ علم بے خبر ہیں اور بدعتوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں گھرے ہوئے ہیں ان کو سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک دکھانا علمار پر فرضِ مذہبی اور نتیجۂ زندگی ہے۔

یہ ہم بخوبی جانتے ہیں اور بظاہر محسوس بھی کر رہے ہیں کہ ہر ایک مسلمان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کہنے والا اپنے دل کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے پُر رکھتا ہے اور جن کاموں کو وہ کرتا ہے ان میں اپنا ذاتی نفع نہیں بلکہ شریعت کی اتباع سمجھ کر کرتا ہے مگر بوجہ کم علمی کے بعض کاموں کو وہ دینی سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ حقیقتاً وہ دین کے کام نہیں ہوتے بلکہ دین میں نئے ایجاد کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے علمار کا فرض ہے کہ وہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے دکھا دیں۔

میرا خیال ہے کہ مسلمان جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہو اور ذرّہ برابر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو وہ باوجود معلوم ہونے کے ہرگز ہرگز حبیبِ خدا شافع روزِ جزا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف جرأت نہ کرے گا میں بلا خوف تردید یہ بھی کہوں گا کہ اگر باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم ہو جانے کے پھر بھی سرتابی کرے اور مخالفتِ آنحضرت فِدَاہُ اَبِیْ وَاُمِّیْ پر

تُلا ہوا رہے تو اُس کا دل نورِ ایمان سے خالی ہے قال اللہ تبارک وتعالےٰ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ الخ یعنی جو لوگ اپنے تمام کاموں میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کریں اور آپ کے فرمان کو بکشادہ پیشانی شوقِ دل سے قبول نہ کرلیں۔ خدا کی قسم وہ مومن نہیں۔

ہم مسلمانوں میں بوجہ ہم ملک وہم مذاق ہونے کے بہت سی ہندوانی رسمیں صورت اور نام بدل کر داخل ہوگئی ہیں اور چونکہ ہندوستان کے بعض پچھلے مسلمان بادشاہوں کے محلات میں ہندو عورتیں مالک جزو کل بنی ہوئی تھیں وہ اپنے ساتھ جو ہندوانہ رسوم لے کر آئی تھیں جنھیں وہ آزادی سے کچھ ادل بدل کر برتا کرتی تھیں اور خود بادشاہ اور ارکان سلطنت ان سے دلچسپی رکھتے تھے۔ اس لئے شدہ شدہ وہ رسمیں عین اسلام سمجھی جانے لگیں اور ہر چھوٹے بڑے گھر میں وہ بطور ایک اسلامی حکم کے منائی جانے لگیں۔ اُن کو بُرا سمجھنا تو کجا اُن کے نہ کرنے کو بُرا سمجھا جانے لگا۔

اکثر علماء نے ان رسوم کی نسبت بوجہ بادشاہ پسند ہونے کے خاموشی اختیار کی۔ بعض علماء سو خوشامدی ساتھ دینے اور انھیں شرعی بنانے کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ حق گو علماء نے گو ان رسوم کی مخالفت کی۔ مگر نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ ان کی آواز دب گئی اور طرح طرح کی بدعتوں نے ناواقف از دین مسلمانوں کے دل میں اپنا گھر بنا لیا۔ منجملہ ان کے یہ تیجے دسویں فاتحہ کی بدعتیں ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اہلحدیث تو ان سے کوسوں دور بلکہ نفور ہیں احناف میں

سے بھی سمجھدار طبقہ ان فضولیات سے بالکل الگ تھلگ ہے ہاں عامیوں کا وہ حصہ جو اپنے مُلّاؤں کی مٹھی میں ہے انھیں ان مُلّاؤں نے ایسی غلط اور مہلک راہ پر ڈال رکھا ہے کہ وہاں سے ان کی سیدھی راہ کی رہبری ایک رہبرِ کامل کے لئے بھی مشکل بن گئی ہے ہم نے ان بدعتوں کی جتنی دلیلیں فاتحہ خواں دیتے ہیں اور دے رہے ہیں سب کا تار پود الگ الگ کرکے اس کتاب میں دکھا دیا ہے ضمناً ان کاموں کے حرام ہونے کی دلیلیں بھی انشاء اللہ آئیں گی لیکن میں چاہتا ہوں کہ پہلے اصولی طور پر ان بدعتوں کے متعلق کچھ بیان کردوں ۔

اُصولی بحث

اس پر تو عموماً مسلمان مطلع ہیں کہ قابلِ عمل و عقیدہ صرف دو چیزیں ہیں ۔ کتابُ[1] اللہ اور سنّتِ رسول[2] اللہ ۔ اصلی مستقل دلیلیں اور احکام شرعی کی روح صرف قرآن و حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوتے وقت اُمّت کو یہی وصیت کر جاتے ہیں کہ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ (موطا امام مالک) یعنی میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم انھیں مضبوط تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے ایک کتاب اللہ دوسری سنت رسول اللہ ۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے ہر کام کو ان دو کی ماتحتی میں بجا لائیں ۔ قرآن کا فرمان ہے مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ

فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ تمہیں جو کچھ رسول دیں وہ لے لو اور جس چیز سے تم روکیں رک جاؤ" فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تمہارے لیے بہترین نمونہ رسول اللہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، ارشاد ہے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے نہ بڑھو۔ خدا کے نزدیک وہ عمل قابلِ قبول ہے جو سنت کے مطابق ہو۔ سنت کا ذرا سا خلاف ہوا۔ اور عمل مردود ہوا۔ ارشادِ خداوندی ہے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ۔ ایمان والو! اللہ کی اور رسول کی فرماں برداری کرتے رہو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔ پس جو عملِ اطاعتِ رسولؐ سے نکل گیا وہ غارت و اکارت ہوا۔ بلکہ اور وبالِ جان بنا۔ فرمان ہے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ۔ جہنم میں جانے والے بھی سخت سخت اعمال کے بجالانے والے بھی ہوں گے۔ پس ہر نیکی بھی اسی حد پر رہنی چاہیے۔ جو حد اللہ کے نبیؐ نے مقرر کر دی ہو۔ مثال کے طور پر یہ سمجھئے کہ اگر کوئی شخص صبح کی نماز کے دو فرضوں کے بجائے تین یا چار پڑھے اور کہے کہ میں کوئی برا کام تو نہیں کر رہا قرآن پڑھتا ہوں رکوع سجدہ کرتا ہوں اس میں کیا برائی ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ حرام ہے اس لیے کہ حضورؐ نے صبح کے فرض دو ہی پڑھے۔ پس یہ خیال کہ عبادت کے طریقے نئے نئے ایجاد کرنا کوئی حرج کی بات نہیں غلط ہے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ

فَهُوَ رَدٌّ جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالے وہ مردود ہے۔
اور حدیث میں ہے کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ ہر بدعت
گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔ عینی شرح بخاری میں بدعت
کی تعریف یہ لکھی ہے مَالَمْ یَکُنْ لَہٗ اَصْلٌ فِی الْکِتٰبِ وَالسُّنَّۃِ یعنی بدعت وہ
ہے جس کی اصل قرآن و حدیث میں نہ ہو۔ ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ
اظہار شیٔ لم یکن فی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا فی زمن
الصحابۃ۔ یعنی بدعت کہتے ہیں کسی ایسی چیز کے ظاہر کرنے کو جو نہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانے میں ہو، نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے زمانے میں ہو۔ دارمی
شریف کے صہ۳۱ پر روایت ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ کچھ لوگ مسجد میں بیٹھے
ہوئے تھے ایک شخص اُن سے کہتا تھا سو دفعہ اللہ اکبر پڑھو۔ وہ حلقہ کئے ہوئے
کنکریوں پر گنتی گنتے ہوئے سو تکبیریں پوری کرتے۔ پھر وہ کہتا سو دفعہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ
پڑھو۔ وہ اسی طرح پڑھتے۔ پھر وہ سو بار سبحان اللہ پڑھنے کو کہتا اور وہ پڑھتے۔
اِسے دیکھ کر صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان
سے فرمایا تمہیں اس پر کوئی ثواب نہیں ملنے کا بلکہ گناہ ہوں گے۔ افسوس! تم
اس قدر جلد تباہ ہو گئے ابھی تو حضورؐ کے بہت سے صحابہؓ موجود ہیں ابھی تو آپ
کے کپڑے بھی بوسیدہ نہیں ہوئے آپ کے برتن بھی نہیں ٹوٹے جو تم نے گمراہیوں
کے دروازے کھولنے شروع کر دیئے۔ اب وہ لوگ کہنے لگے حضرت ہمارا ارادہ اس

سے بُرا نہ تھا آپ نے فرمایا ہاں نیکی کا ارادہ رکھنے والے بہت سے ایسے بھی ہیں جو نیکی تک نہیں پہنچ سکتے حضورؐ کا فرمان ہے کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے نرخروں سے نیچے نہیں اترے گا۔ ممکن ہے کہ اُن میں کے اکثر تم ہی لوگوں میں سے ہوں پھر آپ ناراضگی کے ساتھ وہاں سے واپس چلے گئے۔ یہ واقعہ کوفے کا ہے راویِ حدیث حضرت عمرو بن سلمہ کا قول ہے کہ ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں کو دیکھا کہ وہ خارجیوں کے ساتھ ہمیں نہروان والے دن نیزے مار رہے تھے۔ اب فرمایئے کہ جو کلمات یہ پڑھ رہے تھے اُن میں سے ایک میں بھی کوئی بُرائی تھی؟ مگر چونکہ طریقہ ان کا خود ایجاد کردہ تھا اس لئے صحابی نے اس کا سخت انکار کیا۔ بہت ناراض ہوئے۔ اور اس بدعت کا پہلا وبال یہ ہوا کہ یہ لوگ خارجی بن گئے اور ابھی آخرت کا وبال باقی ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے چھینک لے کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ کہا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں یہ تعلیم نہیں۔ دونوں کلمے اچھے ہیں لیکن یہ موقع ان کے کہنے کا نہیں۔ خیال فرمایئے کہ اگر اذان میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کو چار دفعہ کہے تو سب مسلمان اُسے ملامت کریں گے حالانکہ کلمہ بُرا نہیں ہے لیکن اس وقت تعلیمِ رسولؐ دو ہی دفعہ کہنے کی ہے زیادہ کی نہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ تین شخصوں نے آپس میں کہا تھا کہ میں ساری رات جاگ کر تہجد پڑھتا رہوں گا اور دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور تیسرے نے کہا کہ میں نکاح

ہی نہیں کروں گا۔ تینوں کی نیت خیر کی تھی۔ لیکن حضورؐ نے فرمایا میں تو ایسا نہیں کرتا تہجد پڑھتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں نفل روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ نکاح بھی میں نے کر رکھے ہیں اور عبادت بھی کرتا ہوں، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (مشکوٰۃ) یعنی جو میری سنّت سے بے رغبتی کرے وہ میرا نہیں؛ حضرت علیؓ نے نمازِ عید سے پہلے ایک شخص کو عیدگاہ میں نوافل پڑھتے دیکھ کر روکا اور فرمایا تھا کہ اس نماز پر عذاب ہوگا۔ کیونکہ تعلیم نبوی کے مطابق یہ فعل نہیں۔ الغرض جو فعل غیر ثابت ہو اسے کر کے ثواب کی امید رکھنا لاحاصل ہے۔

فقہ وغیرہ کے حوالے

چونکہ ان کاموں کو حنفی مذہب کے کام بتلائے جاتے ہیں اور لوگوں پر حنفیت کا جال ڈال کر انھیں ان بدعتوں میں پھانس لیا جاتا ہے اس لئے ہم یہاں پر پہلے حنفی مذہب فقہ کی کتابوں سے ان کاموں کے حرام ہونے کی دلیلیں وارد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ توفیقِ خیر دے۔

۱۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وصیت نامہ میں لکھتے ہیں "از بدعات شنیعۂ ما مردم اسراف است در ماتم ہا و سوم و چہلم و ششماہی و فاتحہ وسالینہ و ایں ہمہ را در عرب اول وجود نہ بود۔ مصلحت آن است کہ غیر تعزیۂ

وارثانِ میت تا سہ روز وطعام ایشاں یک شباں و روز رسمے نہ باشد"
یعنی جو بدترین بدعتیں ہم میں جاری ہیں ان میں ماتم کی فضول خرچی اور تیجہ اور
چالیسویں اور ششماہی اور فاتحہ اور برسی ہے۔ خیر القرون میں ان تمام بدعتوں
کا نام ونشان بھی نہ تھا صرف تین روز تک میت کے وارثوں کی تسکین وتسلی و
ہمدردی اور غمخواری اور ایک دن رات تک انھیں تیار کھانا بھیجنے کے سوا اور
سب رسموں کو ترک کر دینا چاہیے"۔

۲۔ امام سندھی مدنی حاشیہ ابن ماجہ میں لکھتے ہیں قَدْ ذَكَرَ كَثِيْرٌ مِّنَ
الْفُقَهَاءِ اَنَّ الضِّيَافَةَ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ قَلْبُ الْمَعْقُوْلِ لِاَنَّ الضِّيَافَةَ
حَقُّهَا لِلسُّرُوْرِ لَا لِلْحُزْنِ۔ یعنی اکثر فقہا نے یہ لکھا ہے کہ میت والے دعوت
کریں یہ تو بالکل اُلٹی بات ہے خلاف عقل ہے ضیافت خوشی کے موقعہ پر ہوتی
ہے نہ کہ غمی کے موقع پر۔

۳۔ حنفیہ کے سرتاج امام ابن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔ يُكْرَهُ
اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ
وَهِيَ بِدْعَةٌ مُّسْتَقْبَحَةٌ۔ یعنی اہل میت کی طرف سے دعوتوں کا ہونا مکروہ
ہے کیونکہ مشروع تو یہ ہے کہ خوشی کے وقت میں دعوتیں کی جائیں نہ کہ غمی کے وقت
میں۔ پس مصیبت کے وقت یعنی میت کے بعد کی یہ دعوتیں سب کی سب
بدترین بدعت ہیں۔

۴۔ مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی مجموعہ فتاویٰ میں فاتحہ مروجہ کے طریقہ کی نسبت لکھتے ہیں "اس کی اصل شرع میں نہیں ہے اور سوائے ہندوستان کے کسی اقلیم میں مروج نہیں۔

۵۔ مجموعہ فتاویٰ جلد سوم میں مروجہ فاتحہ کی نسبت لکھتے ہیں "ایں طور مخصوص نہ در زمانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود و نہ در زمانِ خلفاء بلکہ وجود آں در قرون ثلٰثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نہ شدہ"۔ یعنی مروجہ فاتحہ حضورؐ یا خلفاء اربعہ کے یا صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھا"۔ تیجے کی نسبت اسی کتاب میں لکھتے ہیں "در شریعت محمدیہ ثابت نیست"۔ اسلام میں یہ ثابت نہیں۔

۶۔ حنفی مذہب کی معتبر کتاب خلاصہ میں ہے لَا یُبَاحُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَةِ عِنْدَ ثَلَاثَةِ ایامٍ یعنی تیجہ کرنا درست نہیں۔

۷۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے یُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّانِیْ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْاُسْبُوْعِ۔ یعنی میت کے پہلے دن اور دوسرے دن اور تیسرے دن اور ساتویں پر دعوت کرنی مکروہ ہے۔

۸۔ ملا آفندی حنفی رسالہ ردِّ بدعات میں لکھتے ہیں وَالْاِجْتِمَاعُ عَلَی الْمَقْبَرَةِ فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ وَتَقْسِیْمِ الْوَرْدِ الطِّیْبِ وَالثِّمَارِ وَغَیْرِهَا ثَمَّہ وَالْاِطْعَامُ فِی الْاَیَّامِ الْمَخْصُوْصَاتِ کَالثَّالِثِ وَالْخَامِسِ وَالتَّاسِعِ وَالْعَاشِرِ وَالْعِشْرِیْنَ وَالْاَرْبَعِیْنَ وَالشَّهْرِ السَّادِسِ۔ یعنی جو خلاف شرع باتیں ہمارے زمانے میں

ہو رہی ہیں اُن میں یہ بھی ہیں کہ قبر پر تیسرے روز جمع ہونا اور خوشبو پھل وغیرہ کی تقسیم کرنا اور خاص خاص دنوں میں کھانا کھلانا جیسے تیسرے دن پانچویں دن نویں دن دسویں دن بیسویں دن چالیسویں دن اور چھ ماہ پر۔

۹۔ شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں "عادت نہ بود کہ برائے میت جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آں وایں مجموع بدعت است"۔ یعنی قبرستان میں یا میت کے گھر پر یا کسی اور جگہ لوگوں کا جمع ہو کر قرآن خوانی ختم خوانی کرنے کی سلف صالحین میں عادت نہ تھی۔

۱۰۔ شیخ علی متقی رَدِّ بدعات میں لکھتے ہیں اَلْاِجْتِمَاعُ لِلْقِرَاءَةِ بِالْقُرْاٰنِ عَلَى الْمَيِّتِ بِالتَّخْصِيْصِ فِى الْمَقْبَرَةِ اَوِالْمَسْجِدِ اَوِالْبَيْتِ بِدْعَةٌ مَذْمُوْمَةٌ۔ یعنی میت پر قرآن پڑھنے کے لئے قبرستان میں یا مسجد میں یا گھر میں لوگوں کا اجتماع ایک بدترین بدعت ہے۔

۱۱۔ حنفی مذہب کی فقہ کی معتبر کتاب جامع البرکات اور کشف الغطا میں ہے "وانچہ بنوسالے یا ششماہی یا چہل روز دریں دیار طعام پزند وبخشش کنند آنرا بھاجی گویند چیزے داخلِ اعتبار نیست بہتر آنست کہ نخورند"۔ یعنی جو کھانا اس اطراف میں برسی ششماہی اور چہلم میں پکا کر کھلاتے ہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں بلکہ اسے کھانا بھی نہ چاہیئے۔

۱۲۔ مأتہ مسائل جو مولانا شاہ اسحاق صاحب حنفی نے ۱۲۴۵ھ میں خاندان

تیموریہ کے بعض اراکین کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمائی ہے اس میں لکھتے ہیں جس کا اردو ترجمہ بنام امداد السائل بھی خود حنفیوں کے نامور مولوی صاحب مولانا عبدالحی نے کیا ہے اس کے صـ۳۳ پر لکھا ہے " شریعت سے چالیسویں کی فاتحہ کے لئے دن مقرر کرنا ثابت نہیں بلکہ چہلم وغیرہ میں کھانے کا انتظام بھی اچھا نہیں سمجھا گیا "۔

۱۳ - اسی کتاب کے صـ۸ پر لکھتے ہیں " فاتحہ مروجہ کی کچھ بھی اصلیت نہیں اس لئے کہ یہ امور جو لوگوں میں رائج ہیں وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اور تابعینؒ سے منقول نہیں "۔

۱۴ - اسی کتاب کے صفحہ ۸۶ پر ہے " روٹیوں پر فاتحہ دینا جیسا کہ مروّج ہے کسی حدیث سے اور مجتہدین کی کسی روایت سے ثابت نہیں "۔

۱۵ - حنفی مذہب کی فقہ کی کتاب عالمگیری میں ہے۔ قِرَاْءَۃُ الْکَافِرُوْنَ اِلَی الْاٰخِرِ مَعَ الْجَمْعِ مَکْرُوْھَۃٌ لِاَنَّھَا بِدْعَۃٌ لَمْ یُنْقَلْ ذٰلِكَ عَنِ الصَّحَابَةِ۔ یعنی سورۃ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ سے آخر تک لوگوں کا جمع ہو کر پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ صحابہؓ سے منقول نہیں ۔

۱۶ - فقہ حنفیہ کی کتاب نصاب الاحتساب میں ہے قِرَاْءَۃُ الْکٰفِرُوْنَ اِلَی الْاٰخِرِ مَعَ الْجَمْعِ مَکْرُوْھَۃٌ لِاَنَّھَا بِدْعَۃٌ لَمْ یُنْقَلْ ذٰلِكَ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ ۔ یعنی سورۃ قل یا سے آخر تک مجمع جمع کر کے پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ

یہ بدعت ہے صحابہؓ اور تابعینؒ سے منقول نہیں ۔

۱۷ ۔ حنفی دوستو ! جو دھپوری رسالے کی تمام دلیلیں آپ کے سامنے ہیں. اور ان کے جوابات بھی جو اسی کتاب کے آیندہ صفحات میں آپ دیکھ لیں گے انشاء اللہ آپ ملاحظہ فرمالیں گے کہ ایک روایت بھی صحت کے ساتھ وہ مرفوع یا موقوف یا تابعی سے ہی بہ سند صحیح ایسی نہیں لا سکے جس میں اُن امور کا ذکر ہو جس کے ثبوت کے در پے یہ حضرات ہیں یعنی مروّجہ فاتحہ اور تیجہ دسواں وغیرہ ۔ اب ہم نہیں کہتے بلکہ حنفی مذہب کا اصول ہے کہ جو چیز حضورؐ اور اصحاب حضورؐ سے ثابت نہ ہو وہ مکروہ اور بدعت اور ناجائز ہے ۔ ہدایہ میں ہے کہ صبح صادق کے بعد دو سنتوں کے علاوہ اور کچھ پڑھنا مکروہ ہے ۔ اس لئے کہ باوجود حرص کے حضورؐ نے دو سنتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھا ۔ اسی طرح عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کو منع کرتے ہوئے یہی دلیل وارد کی ہے ۔ کتاب الحج میں صحابہؓ کے فعل کی نقل نہ ہونے کو دلیل بنا کر مسئلہ ثابت کیا ہے ۔ اوپر ۱۴ اور ۱۵ کی دلیل میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ صحابہؓ اور تابعینؒ سے منقول نہ ہونے کو کراہیت کی دلیل میں پیش کیا ہے. پس معلوم ہوا کہ کسی فعل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ اور تابعین سے منقول نہ ہونا اس فعل کے بدعت اور مکروہ ہونے کی دلیل ہے ۔ پس مروّجہ فاتحہ اور سوم چہلم وغیرہ بھی بوجہ عدم ثبوت از رسول اللہ صلے اللہ وسلم بدعت و مکروہ ہوگا ۔

۱۸ ۔ مولانا شاہ اسحاق صاحبؒ کی کتاب مأتہ مسائل کا ترجمہ اردو امداد السائل

صفحہ ۱۱۹ میں ہے "کھانے کی چیزوں شیرینی وغیرہ پر فاتحہ دلانا ان راتوں میں (یعنی جمعہ کی رات شب عاشورہ، شب برات شب قدر وغیرہ میں) احادیث اور کتب معتبرہ کی روایات سے ثابت نہیں اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد سے ارواح کا ان راتوں میں آنا بھی ثابت نہیں" خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی سوئم اور چہلم کے عنوان سے اپنے رسالہ "درویش" مجریہ یکم جون ۱۹۲۶ء میں لکھتے ہیں:-

" لوگ کہتے ہیں مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود۔ میں کہتا ہوں فاتحہ و درود کرنے والوں کو مرنے والوں کے ایصال ثواب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ تو محض اپنی ناموری کے لئے سوئم اور چہلم کی رسمیں ادا کرتے ہیں۔ سوئم چہلم دسویں بیسویں کا رواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت نہیں ہے یہ سب رسمیں مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالباری صاحب مرحوم لکھنوی نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کا سوئم چہلم نہ ہو۔ جیسے حیدرآباد والے زیارت کہتے ہیں قبر میں میرے اعمال میرے ساتھ جائیں گے۔ میں کسی کا محتاج مرنا نہیں چاہتا۔ جو خرچ سوئم اور چہلم میں ہوتا ہے وہ میں اپنی زندگی میں نیک کاموں کے لئے کر دوں گا تاکہ میں اپنے والوں کا محتاج نہ رہوں۔ پس ہر مسلمان مرد عورت کے لئے لازم ہے کہ سوئم چہلم کی رسم ترک کر دے۔ اور جو نیکی کرنی ہو اپنی زندگی میں کر لے۔ زندگی میں جو نیک کام کیا جاتا ہے اس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے مرنے کے بعد سوئم چہلم چونکہ نام و نمود کے لئے کئے جاتے ہیں اور

ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اس کا رواج ہوا ہے اس واسطے بجائے ثواب کے اُلٹا عذاب مُردے کی رُوح کو ہوگا؟

۱۹۔ شامی میں ایک لمبی بحث کر کے ان تمام افعال کی نسبت فیصلہ لکھا ہے کہ فَلَا شَكَّ فِیْ حُرْمَتِهٖ وَبُطْلَانِ الْوَصِيَّةِ بِهٖ یعنی یہ تمام کام بے شک و شبہ حرام محض ہیں و اگر مرنے والے نے ان کاموں کی وصیت کی ہو تو اُس کی وصیت بھی یقیناً باطل اور بیکار ہے۔

۲۰۔ ردالمحتار جو حنفی مذہب کی چوٹی کی کتاب ہے اس میں تحریر ہے وَمَا يُصْنَعُ فِیْ بِلَادِ الْعَجَمِ مِنْ فَرْشِ الْبُسُطِ وَالْقِيَامِ عَلَى الْقَوَارِعِ الطَّرِيْقِ مِنْ اَقْبَحِ الْقَبَائِحِ۔ یعنی ہندوستان وغیرہ میں جو یہ رسم ہے کہ میت والے وغیرہ راستوں پر دریاں وغیرہ بچھا کر میّت کے بعد بیٹھتے ہیں یہ سب سے بڑی بُری قباحت ہے۔

۲۱۔ صاحبِ قاموس مجدالدین فیروزآبادیؒ سفر السعادت میں لکھتے ہیں "وعادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات کنند نہ برگور نہ غیر آں مکان و این است دمکروہ"۔ یعنی سلف صالحین میں یہ دستور نہ تھا کہ قبر پر یا کسی اور جگہ جمع ہو کر کسی مُردے کے پیچھے قرآن خوانی کریں یا ختم پڑھیں۔

۲۲۔ حنفی مذہب کی بہت ہی معتبر کتاب خانیہ میں ہے اَوْصٰى بِاَنْ يُتَّخَذَ الطَّعَامُ بَعْدَ مَوْتِهٖ لِلنَّاسِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَالْوَصِيَّةُ بَاطِلَةٌ۔ یعنی اگر مرنے والا وصیت بھی کر گیا ہو کہ میری موت کے بعد آنے جانے والوں کو تین دن تک کھلاتے

پلاتے رہنا تو یہ وصیت بھی باطل ہے ورثار کے ذمہ پر نہیں ۔

۲۳۔ تذکرہ قرطبی میں ہے قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هُوَ مِنْ فِعْلِ الْجَاهِلِيَّةِ یعنی جن کے ہاں میت ہوگئی ہو وہ لوگوں کی دعوت کریں تو ان کا یہ فعل اگلے زمانے کے کافروں جیسا ہے ۔

۲۴۔ اسی کتاب میں ہے اَلطَّعَامُ الَّذِی یَصْنَعُهٗ اَهْلُ الْمَیِّتِ فَیَجْتَمِعُ عَلَیْهِ النِّسَاءُ وَالرِّجَالُ فَهُوَ فِعْلُ قَوْمٍ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الدِّیْنِ ۔ یعنی جس گھر میں کوئی مر گیا ہو وہ کھانا پکائیں اور مرد عورت جمع ہو کر اس دعوت کو کھائیں، یہ کام ان لوگوں کلیے ہے جن کا دین میں کوئی حصہ نہ ہو ۔

۲۵۔ تلخیص السنن میں ہے ان ھذا الاجماع الخ یعنی میت کے بعد مخصوص مقررہ دنوں میں جمع ہونا مطلقاً ثابت نہیں بلکہ ایسا کرنے والے گویا سلف پر صحابہؓ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بلکہ خود خدا پر طعنہ کرنے والے ہیں کہ ایک امر دین اور میت کے نفع کی چیز ان سب کو تو معلوم نہ ہوئی اور اس کے کرنے والوں نے معلوم کرلی ۔

سر دست میں ان ہی دو درجن دلیلوں پر اکتفا کرتا ہوں ۔ اور چونکہ جودھپوری مصنف اور ان افعال کے کرنے والے عموماً حنفی مذہب کے دعویدار ہیں اس لیے اُن ہی کی کتابوں سے دلیلیں دی گئی ہیں ۔ اللہ کے ہاتھ ہدایت ہے ۔ اب میں جودھپوری رسالے " مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود " کی تمام دلیلوں کا

ایک ایک کر کے مفصل جواب شروع کرتا ہوں وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔

پہلی دلیل دی ہے سورۂ فاتحہ کی فضیلت دوسری سورتوں پر۔ میں کہتا ہوں کہ ہم سورۂ فاتحہ کی فضیلت کو مانتے ہیں لیکن فضیلت کے ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر اُسے پڑھا جائے اور پھر ہاتھ منہ پر مل کر اب کھانے کو کھانے کے قابل سمجھا جائے۔ اگر یہ ہو تو پھر دوسری فضیلت والی سورتیں اس سے کیوں خارج کر دی گئیں؟ سورۂ بقرہ کی سورہ آل عمران کی بہت بڑی فضیلت حدیث میں وارد ہوئی ہے بلکہ یہاں تک فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سارے قرآن کی پیشوائی یہی دو سورتیں کریں گی۔ تو ان دونوں سورتوں سے فاتحہ کیوں نہیں دیتے اور کیوں نہیں دلواتے ؟ تاکہ پونے چار پارے میں کچھ محنت تو پڑے۔ پھر ساتھ ہی سورۂ یٰسین، سورۂ رحمٰن، سورۂ تبارک، سورۂ کہف بھی پڑھ لیا کیجئے اور دوسری فضائل والی سورتیں بھی ملا لیجئے۔ ہاں جس سورت کو آپ اپنے نزدیک فضیلت سے خالی سمجھتے ہوں اُس کے پڑھنے کی تکلیف چاہے اپنی زبان کو نہ دیں، یہ تو تھا آپ کی بات مان لینے کے بعد جواب۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس میں بھی آپ اپنے مذہب کا خلاف کر رہے ہیں۔ ہدایہ میں ہے کہ کسی نماز میں کسی سورت کو مقرر کر لینا مکروہ ہے کیونکہ اس میں باقی کا چھوڑنا ہے اور فضیلت کا وہم ہے۔ ہدایہ کے لفظ ہیں وَاِیْہَامُ التَّفْضِیْلِ صفحہ جلد اول۔ پس حنفی مذہب میں تو فضیلت کا وہم واقع ہونے کے خیال سے کسی سورت کا کسی

نماز میں مقرر کر لینے سے کراہیت ظاہر کی حالانکہ فعلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
سے ثابت ہے کہ آپ جمعہ کے دن صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ
اور دوسری میں سورۂ دہر پڑھتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن حنفی حضرات اسے
مکروہ بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے یہ وہم پڑتا ہے کہ قرآن کی اس
سورت کو دوسری سورتوں پر فضیلت ہے پھر آپ اپنے مذہب کے خلاف
فضیلت کے قائل کیوں ہوتے ہیں؟ گو اب آپ مصلحتاً اپنے مذہب کو
کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ نہ چھوڑنے میں نرم و گرم غذا چھوٹتی ہے مگر ہم آپ کو کب
چھوڑنے دیتے ہیں؟ ؎

کیا ہوا آپ نے آنا جو ادھر چھوڑ دیا ؛ ہم نہ چھوڑیں گے تمہیں تم نے اگر چھوڑ دیا

رہی حنفی ہی نہیں بلکہ عموماً سب احناف فاتحہ سے محروم ہیں انھیں فاتحہ میسّر
ہی نہیں ہوتا جب وہ مرتے ہیں ان کے جنازے کی نماز میں نہ امام سورۂ فاتحہ
پڑھتا ہے نہ مقتدی، اسی طرح اُن کے جنازے میں حنفی مذہب میں درود کا
پڑھنا بھی فرض نہیں۔ پس جو دھوری صاحب کے اس رسالہ "مر گیا مردود نہ
فاتحہ نہ درود" کا صحیح مصداق اس روشنی میں کون ہے؟ اس پر غور کر لیا جائے خدا
کا شکر ہے کہ برخلاف اس کے اہلحدیث کو تو مرتے ہی فاتحہ اور درود میسّر آجاتا
ہے۔ حدیث کے حکم کے موجب امام اور مقتدی سب نماز جنازہ میں پہلی تکبیر
میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں اور دوسری تکبیر میں درود پڑھتے ہیں۔ پس قصہ ختم ہوا

کہ فاتحہ اور درود اہل حدیث کو نصیب ہوتا ہے اور وہ بھی مطابق سُنّت۔ ذرا اس کا بھی جواب دیجئے اور وہ بھی سوچ سمجھ کر۔

خرابی میں پڑا ہے سینے والا جیب و داماں کا ؛ جو یہ ٹانکا تو وہ اُدھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ اُدھڑا

برادران! ایک کام کی بات بھی ذہن نشین کر لیجئے۔ اہلحدیث اس بات کے قائل ہیں کہ مُردوں کی طرف سے زندے اگر کچھ خرچ کریں تو اس کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے کھانا کھلائیں یا نقد دیں یا کسی اور کار خیر میں مدد کریں لیکن اہلحدیث کہتے ہیں کہ اس کا طور طریق وہ ہونا چاہیئے جو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے نہ وہ جسے ہم خود ایجاد کرلیں اور نہ وہ جسے ہمارے بڑوں نے گھڑ لیا ہو۔ ہمارے مخالفین نے جب یہ آسان امر دیکھا تو شاید انھیں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا کہنے سے ہمارے پلّے کچھ نہ پڑے گا کسی نے کچھ پکایا چپ چپاتے دو چار دس بیس سو پچاس مسکینوں کو بُلا کر کھلا پلا دیا۔ ہمیں کیا ملا؟ لہٰذا انھوں نے فاتحہ کی تدبیر سوچی کہ عمُوماً نہ اس کا طریقہ کسی کو یاد ہوگا نہ اسے کوئی کر سکے گا لامحالہ ہمیں بلائیں گے پھر تو پانچوں گھی میں ہیں۔ پس دراصل فاتحہ خوانی کی ایجاد کا باعث یہ ہے۔ اسی لئے نام ہی اُلٹا رکھا۔ خاتمہ کو فاتحہ کہتے ہیں۔ جنازے کی نماز کی فاتحہ کو اڑا کر اس نماز میں کمی کر دی جو سنت تھی اور چالیس قدم کا فاتحہ اور خدا جانے کتنے سارے فاتحے اپنی طرف سے ایجاد کر لئے۔ اہلحدیث پر تو یہ تہمت ہے کہ وہ ثواب رسانی کے قائل نہیں وہ مُردوں کے پیچھے کچھ نہیں کرتے نہیں ہم ثواب رسانی

کے بھی قائل ہیں مُردوں کے لئے اپنی طاقت کے مطابق بغیر کسی رسم کے بغیر کسی وقت خواص کے بغیر کسی مخصوص چیز کے تعزر کے ہم نیابتہً دینے کو بھی کہتے ہیں۔ لیکن ہاں چونکہ کسی روایت سے یہ ہتھکنڈے ثابت نہیں جو آج عوام الناس نے نکال رکھے ہیں۔ لہٰذا ہم انھیں روکتے ہیں ۔

میں عاشق ہوں اس اپنی پوری صدا کا ۔ مخالف نبیؐ کا ہے دشمن خدا کا

دوسری دلیل مصنف نے دوسری دلیل جو دی ہے اس کے اپنے الفاظ میں سنیے۔ لکھتے ہیں "فرمائیے آپ کے مذہب میں بسم اللہ شریف قرآن شریف میں داخل ہے یا نہیں۔ اگر داخل ہے تو جب کھانا آگے رکھ کر بسم اللہ شریف پڑھی گئی تو قرآن شریف بلا شبہ پڑھا گیا اگر آپ کے مذہب میں بسم اللہ شریف قرآن شریف نہیں ہے تو گویا آپ سرے سے قرآن شریف ہی کا انکار کرتے ہیں تو پھر آپ منکر قرآن ہوئے آپ ہوش کیجیے۔ بیہوشی کی باتیں اچھی نہیں "

"میں کہتا ہوں سنیے جناب جس طرح بسم اللہ پڑھنا کھانا کھانے کے وقت ہے اسی طرح اس کے پڑھنے کا حکم پاخانے کے جانے کے وقت بھی ہے، تو کیا جناب اس وقت بھی مروجہ طور پر فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟ کیا آپ بسم اللہ کو قرآن میں نہیں مانتے؟ پھر تو آپ منکر قرآن ہوئے اور اگر مانتے ہیں تو بسم اللہ کا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے چنانچہ ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سَتْرُ مَا بَیْنَ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِیْ آدَمَ إِذَا دَخَلَ الْکَنِیْفَ اَنْ یَّقُوْلَ بِسْمِ اللّٰہِ۔ یعنی پاخانے میں جانے کے وقت بسم اللہ پڑھ لینے سے جنات کی آنکھوں سے انسان کا ستر چھپا رہتا ہے۔ آہ! کیا زمانہ آگیا ہے کہ کہنے کو یہ حضرات اپنے تئیں مقلّد کہتے ہیں لیکن پھر اجتہاد کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ۔ گو ہمیں ماسٹر صاحب سے ذاتی واقفیت نہ ہو لیکن آپ کا رسالہ آپ کے مبلغ علم کی گھریلو شہادت ہے۔ جناب من! اگر کھانے کے شروع کرنے کے وقت بسم اللہ پڑھنے سے فاتحہ مروجہ کا اثبات کھانا سامنے رکھ کر ہو سکتا ہے تو پاخانے جانے کے وقت بسم اللہ کے ثبوت سے اس وقت بھی فاتحہ پڑھنے کا ہو سکتا ہے پس یا تو آپ اس وقت بھی اسی طرح ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا شروع کر دیجئے یا کھانے کے وقت کے فاتحہ سے بھی دستبرداری کیجئے ؎

ہم نہ پہنچیں اپنے مطلب کو نہ پہنچیں پر خدا ❁ یہ نہ سنوائے کہ مطلب غیر کا پورا ہوا

صحیحین میں حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے جماع کرنے کے وقت بھی بسم اللہ پڑھنے کی تعلیم کی ہے۔ تو کیا جناب کے نزدیک اس وقت بھی فاتحہ مروجہ پڑھنا چاہیئے کیونکہ آپ کا استدلال بسم اللہ پڑھنے سے تھا تو جب کھانا کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنا کھانا سامنے رکھ کر مروجہ فاتحہ پڑھنے کی دلیل ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ پاخانے جاتے وقت بسم اللہ پڑھنا پاخانے کے سامنے مروجہ فاتحہ پڑھنے کی دلیل نہ ہو اور ٹھیک اسی طرح بوقت جماع بسم اللہ

پڑھنے کی دلیل، بوقتِ جماع مروّجہ فاتحہ کی دلیل نہ ہو۔ اگر جناب کے نزدیک ان دونوں وقت بھی بسم اللہ پر قیاس کر کے فاتحہ مروجہ ہاتھ اٹھا کر پڑھنا ثابت ہے تو مہربانی فرما کر اس پر عمل شروع کر دیجئے اور اگر آپ نے اس پر عمل شروع نہ کیا یعنی پاخانے میں جانے کے وقت اس کے سامنے کھڑے ہو کر اور جماع کے وقت مروجہ فاتحہ نہ پڑھنا تو پھر آپ سے وہی سوال کریں گے جو آپ نے ہم سے کیا ہے کہ آپ کے مذہب میں بسم اللہ داخلِ قرآن ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو جماع کے وقت اور پاخانے کے وقت بسم اللہ شریف پڑھی گئی تو قرآن شریف بلا شبہ پڑھا گیا اور اگر آپ کے مذہب میں بسم اللہ شریف قرآن شریف نہیں ہے تو گویا آپ سرے سے قرآن شریف ہی کا انکار کرتے ہیں تو پھر آپ منکرِ قرآن شریف ہوئے۔ کہیے ماسٹر صاحب یہ ہوش کی باتیں ہیں یا بیہوشی کی؟ بس اب کوئی وجہ نہیں کہ یا تو آپ ان تینوں جگہ میں فاتحہ مروّجہ ہاتھ اٹھا کر پڑھیں یا تینوں جگہ چھوڑ دیئے۔ یہ ٹھیک نہیں کہ "آدھا تیتر آدھا بٹیر" "میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو" امید کہ ماسٹر صاحب یا کوئی اور فاتحہ خواں (نہیں بلکہ فاتحہ خور) صاحب ہیں اس کا جواب دیں گے ورنہ ہم بطور شکایت کہہ دیں گے ؎

آپ آتے بھی نہیں مجھ کو بلاتے بھی نہیں ٭ باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہیں

اور یہ بھی یاد رہے کہ بسم اللہ جو ایک آیت ہے کہ ہے اس کے پڑھ لینے سے فاتحہ مروجہ کے پڑھ لینے پر استدلال کرنا امام ابو حنیفہ رح کے استدلال کو توڑنا

اور اُن کی تقلید کے پٹے کو گلے سے اُتار پھینکنا ہے۔ پس غیر مقلدین کو جتنی گالیاں آپ نے اپنے اس رسالہ میں دی ہیں وہ سب آپ ہی پر اُلٹ پڑتی ہیں، اس کی تفصیل سنئے:۔ امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ حائضہ عورت کو ایک آیت سے کم قرآن کا پڑھنا حالتِ حیض میں جائز ہے ملاحظہ ہو فتح القدیر شرح ہدایہ جلد اول ص ۱۴۸ جہاں یہ تصریح کی ہے کہ یہ روایت خاص امام صاحب سے مروی ہے بلکہ اکثر فقہاء حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں اِنَّهٗ رِوَايَةُ ابْنِ سَمَاعَةَ مِنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاِنَّ عَلَيْهِ الْاَكْثَرَ پس امام صاحب ایک آیت سے کم کا پڑھنا حائضہ عورت کے لیے حالتِ حیض میں جائز مانتے ہوئے قرآن کا پڑھنا اُسے ناجائز بتلاتے ہیں آپ کے اس استدلال کے مطابق تو یوں ہونا چاہیئے تھا کہ جب بسم اللہ کا پڑھنا حائضہ عورت کے لیے جائز ہے تو سورۂ فاتحہ وغیرہ کا پڑھنا جو آپ فاتحہ مروجہ میں پڑھتے ہوں یہ جائز کیوں نہ ہو؟ اب آپ امام صاحب سے پوچھئے کہ بسم اللہ اُن کے نزدیک قرآن شریف میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اگر داخل مانتے ہیں تو اور قرآن سے کیوں روکتے ہیں؟ اور اگر داخل نہیں مانتے تو وہ سرے سے قرآن شریف کے ہی منکر ہوئے یا نہیں؟ ناظرین یقین مانیئے کہ تعصب و جہالت کیسے تھا مصنف بننا اور نامرد ہو کر جو رو کرنا برابر ہے، ماسٹر صاحب جسے آپ نے دلیل بنائی تھی اور ہمیں الزام دیا تھا اس کا نتیجہ دیکھ لیا ہے

دام گیسو میں پھنسا دل، پاؤں میں زنجیر ہے ؛ وہ تمہارا خواب تھا یہ خواب کی تعبیر ہے

ماسٹر صاحب! بڑے سے بڑے پہلوان کے سامنے ایک نابالغ بچہ بھی خم ٹھونک کر کھڑا ہو سکتا ہے لیکن نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ ہڈی پسلی تڑوا کر ندامت کے ساتھ گھر جا بیٹھے۔ یہ آپ نے کیا فرما دیا کہ بسم اللہ شریف کو قرآن شریف نہ ماننا منکر قرآن ہونا ہے؟ خوب! اب سنئے! امام ابوحنیفہؒ بسم اللہ شریف کو قرآن نہیں مانتے۔ ہدایہ کتاب الصلوٰۃ میں ہے عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّهٗ لَایَاتِیْ بِهَا فِیْ اَوَّلِ کُلِّ رَکْعَةٍ یعنی امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں بسم اللہ الخ کو ہر رکعت کے شروع میں نہ پڑھے۔ ہدایہ کی شرح عنایہ ص۲۵۵ میں اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ لِاَنَّهَا لَیْسَتْ بِاٰیَةٍ مِّنْ اَوَّلِ الْفَاتِحَةِ یعنی یہ سورہ فاتحہ کی پہلی آیت نہیں۔ امام صاحب کے نزدیک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ دو سورتوں کے درمیان بھی نہ پڑھے۔ چنانچہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب کفایہ شرح ہدایہ ص۲۵۳ میں ہے وَلَا یَقْرَأُهَا بَیْنَ السُّوْرَتَیْنِ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو دو سورتوں کے درمیان نہ پڑھے۔ ایک اور صاف صاف اور نہایت معتبر حوالہ بھی سن لیجئے۔ آپ کے اصول فقہ کی سب سے زیادہ معتبر کتاب تلویح میں ہے وَاَمَّا التَّسْمِیَةُ فَالْمَشْهُوْرُ مِنْ مَذْهَبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلٰی مَا ذُکِرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْمُتَقَدِّمِیْنَ اَنَّهَا لَیْسَتْ مِنَ الْقُرْاٰنِ الخ یعنی سورتوں کی ابتدا میں جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے یہ آیت امام صاحب کے

نزدیک قرآن کی آیت نہیں متقدمین اکثر فقہائے حنفیہ نے امام صاحب سے یہی روایت کی ہے اور یہی امام صاحب کا مشہور مذہب ہے، یہی وجہ ہے جو حائضہ عورت کو اور نفاس والی عورت کو اس کے پڑھنے سے حنفی مذہب منع نہیں کرتا اور نماز میں صرف اس کے پڑھنے کو کافی نہیں سمجھتا اور نہ اس کے منکر کو وہ کافر کہتا ہے۔

اب تو یہ ثابت ہو گیا کہ امام صاحب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جو سورتوں کے شروع میں ہے اور خصوصاً جو سورۂ فاتحہ میں ہے قرآن نہیں مانتے تو ہمارے ماسٹر صاحب کے نزدیک وہ سرے سے قرآن شریف ہی کا انکار کرتے ہیں پھر وہ منکر قرآن شریف ہوئے۔ ماسٹر صاحب ذرا اس سوال کا بھی جواب دیدیجئے کہ منکر قرآن کون؟ اور کیسا؟ یعنی مسلمان یا . . . . . ؟ آہ! سچ ہے "ہر چہ در دیگ بود بر چمچہ برآید"۔ ہم تو اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ فاتحہ خوار قبر پرست ٹولے کو امام صاحب سے صرف نام کی محبت ہے کام کی نہیں۔ امام صاحب کو اور ان کے مذہب کو اس جماعت نے بیحد بدنام کر رکھا ہے۔ اے فاتحہ خور جماعت کے ممبرو! جاؤ دنیا میں تلاش کرو اور فقہ کی کسی معتبر کتاب میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروجہ فاتحہ کا ثبوت مروجہ طریقے پر بہ سندِ صحیح دکھادو۔ ورنہ اللہ سے ڈرو۔ جو کام خدا نے نہیں بتلایا، رسولُ اللہ نے نہیں کیا، صحابہؓ اور تابعینؒ نے نہیں کیا، چاروں اماموں میں سے کسی ایک نے نہ کہا نہ کیا اسے کیوں کرتے ہو؟ اماموں سے یہ اچھی

عقیدت ہے کہ جو جی میں آیا کیا اور خاصے حنفی کے حنفی سے
ملا کے خاک میں اُلفت جتائی جاتی ہے :: سرِ مزار قیامت اٹھائی جاتی ہے
ماسٹر صاحب کی دوسری دلیل کا جواب بھی مختصراً ہم ختم کرتے ہیں ۔

تیسری دلیل آپ نے دی ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے تو اللہ اس کے ہاتھوں کو خالی پھیرتے ہوئے شرماتا ہے ۔ چونکہ الحمد بھی دعا ہے تو ہاتھ اُٹھا کر اس کا پڑھنا بھی ثابت ہوا ۔" جواباً گذارش ہے کہ پھر وہ دعا جو پاخانے میں جانے کے وقت پڑھی جاتی ہے اُسے بھی ہاتھ اُٹھا کر پڑھنا چاہیئے ؟ اور وہ دعا جو مجامعت کے وقت پڑھی جاتی ہے اُسے بھی ہاتھ اٹھا کر پڑھنی چاہیئے ؟ اور اسی طرح اور دعاؤں کو بھی ۔ حالانکہ فاتحہ خواں اور فاتحہ خور جماعت اس کی عامل نہیں ۔ پھر جب آپ قرآن پڑھتے ہیں اور اس میں الحمد پڑھتے ہیں ہاتھ کیوں نہیں اُٹھاتے ۔ نماز میں جب الحمد پڑھی جاتی ہے ہاتھ کیوں نہیں اٹھاتے ؟ دونوں سجدوں کے درمیان کی دعا ہاتھ اٹھا کر کیوں نہیں مانگتے ؟ اسی طرح التحیات میں بیٹھ کر جب دعائیں مانگی جاتی ہیں ہاتھ کیوں نہیں اٹھاتے ؟ اور جب یہ دعا ہے تو حنفی مذہب کے مطابق اسے آہستہ پڑھنا چاہیئے کیونکہ آمین آہستہ کہنے کی دلیل حنفیہ یہی دیتے ہیں کہ وہ دعا ہے اور دعا کو آہستہ پڑھنا چاہیئے ۔ پس امید کہ آمین کی طرح مغرب عشا اور فجر کی نماز میں بھی آپ سورۃ فاتحہ کو آہستہ پڑھنا اور اماموں سے

پڑھانا شروع کردیں گے نیز جو لوگ فاتحہ خوانی کے وقت بلند آواز سے پڑھتے ہوں انھیں بھی اس سے روک دیجئے۔

ماسٹر صاحب "ریت سے تیل نہیں نکلتا" کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا" یہ آپ کیا کرنے بیٹھ گئے؟ یہ مقدمات گھڑنے اور نتیجے نکالنے کہاں سے سیکھ لیئے؟ ڈر ہے کہ کہیں کل کوئی ایسا ہی مجتہد باطن اور مقلد ظاہر اپنے بھائی کی گردن کاٹ کر دلیل میں آیت قرآن پڑھ دے کہ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ گردن پر وار مارو۔ کسی چلتے پھرتے کا قتل کر کے دلیل کہہ دے فَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ انھیں جہاں پاؤ مار ڈالو۔ سور کھا کر شراب پی کر پڑھ دے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ، اللہ نے جو تمہیں دیا ہے وہ کھاؤ پیو۔ ریشم اور سونا پہن کر کہہ دے مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ اللہ کی پیدا کردہ زینت کی چیزیں کس نے حرام کیں۔ دس بیس روپے میں بھی زکوٰۃ نکالنے کا حکم دے کر پڑھ دے 'اٰتُوا الزَّكٰوةَ' نفل نماز کی فضیلت اور اُس سے خدا کی خوشنودی کی حدیثیں سُنا کر کہے کہ عیدگاہ میں عید نماز سے پہلے نوافل پڑھا کرو۔ درود شریف کی حدیثیں اور فضائل سُنا کر کہے کہ چھینک لے کر درود پڑھا کرو۔ نماز کی پہلی رکعت میں الحمد اور درود پڑھو۔ الحمد کی فضیلت بیان کر کے کہے کہ اذان سے پہلے اسے پڑھا کرو، دعا کی قبولیت کی حدیثیں اور ہاتھوں کو خالی نہ پھیرنے کے وعدے کی روایتیں سنا کر

کہہ دے کہ کپڑا پہننے کے وقت ہاتھ اُٹھا کر سورۂ فاتحہ اور کچھ اور سورتیں پڑھا کرو۔ نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ سارا دین بدل جائے گا کوئی مسئلہ اپنے ٹھیک ٹھکانے پر نہ رہے گا۔ سچ فرمایا خدائے عزّوجلّ نے فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھوں نے اُس قول کو بدل ڈالا جو اُن سے کہا گیا تھا۔

ہاں! اور جناب کی نظریں تو کہاں پہنچی ہونگی۔ پنڈت کو گائے کے گوشت کے مزے کی کیا خبر؟" لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ یہ حدیث بھی صحیح نہیں۔ اس کے راویوں میں سے ایک راوی جعفر بن میمون ہیں جن کی نسبت اسمار رجال کی کتاب تقریب التہذیب ص۶۹ میں ہے یُخْطِئُ یہ روایت بیان کرنے میں خطا کر جاتے تھے۔ پس خود یہ حدیث بھی ثابت نہیں۔ اور جو مسئلہ اس سے آپ لے رہے ہیں وہ تو اس سے بہ مراحل بعید ہے یعنی کوسوں دور ہے نہ تو اس میں سورۂ فاتحہ کا ذکر ہے نہ طعام پر فاتحہ پڑھنے کا ثبوت ہے ؎

سامنے بیٹھ کے دل کو جو چرائے کوئی ؛ ایسی چوری کا پتہ خاک لگائے کوئی

چوتھی دلیل دی ہے غزوۂ تبوک میں آنحضرتؐ کا لوگوں کی بھوک کو معلوم کر کے ان سے فرمانا کہ جو کچھ جس کے پاس ہے لے آئے پھر آپؐ نے دعائے برکت کی اور طعام میں برکت ہوگئی؛ میں کہتا ہوں اس حدیث میں بھی نہ سورۂ فاتحہ وغیرہ جو مروجہ فاتحہ میں پڑھا جاتا ہے اس کا ذکر

ہے نہ ہاتھ اُٹھانے کا ۔

منصف دوستو! ماسٹر صاحب کی دیانتداری اگر آپ کو دیکھنی ہو تو ان کی اس کتاب کو دیکھو، یہ اس واقعہ کے بیان میں صفا پر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا آگے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر اس پر پڑھ کر دعا فرمائی اور کھانا تقسیم فرمایا، حالانکہ یہ دونوں جملے اس حدیث شریف میں نہیں یہ اللہ کے رسولؐ پر بہتان ہے۔ دیکھئے یہ حدیث مشکوٰۃ بابٌ فی المعجزات میں موجود ہے نہ اس میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے نہ تقسیم فرمانے کا۔ یہ دونوں جملے ماسٹر صاحب کی ایجاد و ایزاد ہے اللہ اللہ فاتحہ خوری کے شوق میں کتنے اہم جرم کا ارتکاب کیا جس کی سزا بڑی بھاری ہے۔ حدیث میں ہے جو شخص میرے نام پر جھوٹ باندھے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے اعاذنا اللہ منہا۔ نیز اسی صحیح مسلم میں جس کا حوالہ آپ نے دیا ہے ایسے موقعہ پر حضورؐ نے جو دعا مانگی اس کی نسبت راویِ حدیث یعنی خود صحابیؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ لَا اَدْرِیْ مَاھُوَ یعنی مجھے نہیں معلوم کہ آپ کے الفاظ کیا تھے؟ خود صحابی کو تو معلوم نہ ہوا اور تیرہ سو برس بعد آپ نے معلوم کر لیا کہ وہ سورۃ فاتحہ اور آپ کے مروجہ فاتحہ کے اورادِ مقررہ تھے؟ ہاں ایک حدیث میں ایسے ہی موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا منقول ہے کہ آپ نے کہا بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اَعْظِمْ فِیْھَا الْبَرَکَۃَ اللہ کے نام سے شروع اے اللہ اس میں بہت ساری برکت دے (مسلم) پس معلوم ہوا کہ نہ آپ نے

سورۂ فاتحہ پڑھی نہ قرآن کی اور کوئی سورت، نہ مروّجہ فاتحہ کا کوئی حصّہ۔

اور سنئے! ایسے ہی موقعہ پر جبکہ جنگِ خندق میں صحابہؓ اور خود حضور تین دن کے فاقے سے تھے حضرت جابرؓ نے آپ کی اور پانچ سات اور آدمیوں کی دعوت کی تو آپ نے لشکر میں عام منادی کرادی اور پکتی ہوئی ہنڈیا میں لب مبارک ملا دیا خدا نے اس میں برکت دی اور سب نے پیٹ بھر کر کھالیا تو کیا آپ کے نزدیک فاتحہ خواں اس حدیث کی رُو سے فاتحہ پڑھے اور اس حدیث کی رو سے کھانے میں تھوک بھی دے؟ حُدَیبیہ والے دن حضورؐ نے برتن میں ہاتھ ڈال دیا تھا اور خدا نے برکت دی اور پندرہ سو آدمیوں نے ایک برتن میں سے آسودگی حاصل کرلی تھی۔ تو کیا جناب کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ فاتحہ خواں فاتحہ پڑھے؟ پھر تھوکے؟ پھر اپنا ہاتھ گھنگھول دے۔ ایسے ہی موقعہ پر یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے کلی کا پانی اس میں ڈال دیا۔ تو آپ فاتحہ خواں کو اس کی بھی اجازت دیں کہ وہ فاتحہ پڑھے، پھر تھوک دے پھر ہاتھ ڈال دے۔ پھر منہ میں پانی بھر کر کھانے میں کلی کردے۔ اور ناک جھاڑے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ دھو کر اس کی دھووَن یعنی ٹپکا ہوا پانی بھی اُسی ہنڈیا میں ڈال دے کیونکہ روایت میں وضو کرنے کا بیان بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری شریف۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے دعا کر کے کنکریوں کی مٹھی بھر کے پھینکی ہے (مسلم) تو ثابت ہوا کہ فاتحہ خور و فاتحہ خواں اپنے فاتحہ کے ساتھ ہی ہنڈیا میں تھوک دے، پھر ہاتھ ڈالے پھر کلی کردے پھر ہاتھ پاؤں

دھو کر ناک چھاڑ کر اس پانی کو ہنڈیا میں ڈال دے پھر تھوڑی کنکریاں لے کر اس میں ملادے پھر اُس تبرک کو لوگوں میں تقسیم کر دے، بڑی برکت ہوگی ؟ ؟ ایک مرتبہ حضورؐ نے اپنا ہاتھ ایک شخص کے سینے پر مار کر اُس کے لئے دعا کی ہے ملاحظہ ہو بخاری مسلم، تو فاتحہ خواں کو چاہیئے کہ مندرجہ بالا سب کاموں کے ساتھ ہی فاتحہ پڑھانے والے کے سینے میں ایک گھونسا بھی جڑ دے۔ حضرت جابرؓ نے جب حضورؐ سے شکایت کی کہ میں اپنے والد کے قرضداروں کو سارے باغ کی پیداوار کی کل کھجوریں دے رہا ہوں لیکن وہ راضی نہیں ہوتے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور مختلف قسم کی کھجوروں کی ڈھیریوں میں سے ایک ڈھیری کے اردگرد تین مرتبہ پھر کر اُس پر بیٹھ گئے پھر تو اللہ تعالیٰ نے وہ برکت دی کہ صرف اُسی ایک ڈھیری میں سے سارا قرض ادا ہوگیا اور اُس میں سے ایک کھجور بھی کم ہوئی ہو ایسا نہیں معلوم ہوا۔ تو ثابت ہوا کہ فاتحہ خواں مندرجہ بالا تمام کاموں کے بعد ہنڈیا اور حلوے روٹی کے اردگرد تین مرتبہ طواف بھی کرے اور پھر اُس کا ڈھیر لگا کر اُس پر بیٹھ جائے پھر تو پانچوں گھی میں اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک مرتبہ برکت کے لئے حضورؐ کا ڈانٹنا بھی ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری مسلم تو چاہیئے کہ فاتحہ خواں جس کے گھر فاتحہ کو گیا ہے اسے گھُرک بھی دے دو چار صلواتیں بھی سُنا دے۔

اَلغرض اسی قسم کی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں " مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ " کہاں حضورؐ کی بھوک کے وقت کی برکت کی دُعا ؟ کہاں تم پیٹ بھروں کا جیبیں

پُر کرنے کے لئے فاتحہ خوانی کرنا۔ پس ماسٹر صاحب اور ان کے ہم مذہب حنفی
حضرات! یا تو تبوک میں بھوک کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائے برکت
سے فاتحہ مروجہ کی سند نہ لیں یا مروّجہ فاتحہ کے ساتھ مندرجہ بالا ہماری بتلائی ہوئی
چیزیں بھی زیادہ کرلیں اس لئے کہ ایسے ہی مواقع پر حضور سے ان سب کاموں
کا کرنا ثابت ہے پس اب صورت فاتحہ کی یہ ہوگی کہ فاتحہ خواں مُلّا آکر بیٹھے اِس
کے گھر سے اُس کے گھر سے روٹی ستّو۔ پنیر اور جو کچھ جس کے ہاں ہو منگوالے
پھر ہاتھ اُٹھا کر مروّجہ فاتحہ پڑھے، پھر اس کھانے میں تھوک دے، پھر اس میں
اپنا ہاتھ ڈال دے، پھر کلی کر کے کلی کا پانی اُس میں ڈال دے۔ اور ہاتھ منہ پاؤں
دھو کر ناک جھاڑ کر وہ سب پانی تسلے میں جمع کر کے اس میں ڈال دے پھر کنکریوں
کی ایک مٹھی بھر کے اس میں ملا دے، پھر صاحب خانہ کو ایک چپت جڑ دے، پھر
کھانے کے ارد گرد طواف کرے اور کھانے پر چڑھ کر بیٹھ جائے، پھر چند گھُرکیاں
جھڑکیاں صاحبِ خانہ کو دے پھر اس تبرک کو سب میں تقسیم کر دے اور اگر اس
کے بدلے میں کچھ نقدی لی یا خود اُسے کھایا تو حرام ہوگا، کیونکہ تبوک والی جو حدیث
آپ نے پیش کی ہے اُس میں یہ نہیں، حیرت ہے کہ یہ جماعت اس حدیث کو کیا سمجھ کر
دلیل میں لائی ہے؟ نہ یہاں کوئی مرا تھا نہ کسی کا تیجا دسواں تھا۔ نہ لوبان اور اگر کی
بتیاں سلگ رہی تھیں۔ نہ کسی کے ایصالِ ثواب کے لئے یہ کیا گیا تھا نہ اُس پر الحمد
وغیرہ پڑھی گئی تھی۔ لوگوں کی بھوک کے مارے بُری حالت سُن کر جو کچھ لشکر میں توشہ

بھتا تھا اُسے جمع کرا کے حضورؐ نے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دُعا کی جو مقبول ہوئی ادنیٰ سی عقل والا بھی اس جگہ ٹھوکر نہیں کھا سکتا اور فاتحہ خور خود بھی اسے جو بھی محسوس کرتے ہوں گے کہ یہ اُن کی نری دھینگا مشتی ہے لیکن چونکہ مرغن کھانے اور ٹکے اس کے ذریعہ سے ملتے ہیں لہذا والہ و شیدا ہو رہے ہیں جہاں کسی نے اسے بدعت و ناجائز کہا کہ انھوں نے اُسے وہابی اور غیر مقلد اور منکر قرآن اور مردود وغیرہ کہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ اس نے تو ہمارے پیٹ پر پاؤں رکھ دیا اگر فاتحہ خوانی کی رسم اُٹھ گئی تو ہمیں کون پوچھے گا؟ یہ دوہرے تہرے حصے اور نقدی سب ماری جائے گی۔ پس جہاں یہ شغف اور محبت ہو جہاں نقدی اور روٹی کا ذکر ہو وہاں جائز و ناجائز، سنت و بدعت کون دیکھے؟ اور کیوں کسی کے سمجھانے سے سمجھے؟ وہ کون سمجھائے کسی کو دل کے آجانے کے بعد ؎ سب دوائیں بے اثر ہیں زہر غم کھانیکے بعد

وار د کرنے میں تو ماسٹر صاحب نے کمال کر دکھایا ہے

پانچویں دلیل فرماتے ہیں" قرآن میں ہے کہ بحیرہ سائبہ بھیلہ اور حام کو اللہ نے مقرر نہیں کیا" الخ، میں کہتا ہوں اوّل تو یہ بھیلہ کیا چیز ہے؟ کیا جودھپور میں کوئی نیا قرآن اُترا ہے؟ یا ماسٹر صاحب نے کوئی انوکھا قرآن کہیں سے حاصل کیا ہے؟ ہمارے قرآن میں تو بحیرہ سائبہ وصیلہ اور حام لکھا ہے یہ بھیلہ کس کے قرآن کا لفظ ہے؟ اور اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ دوسرے اسے فاتحہ خوانی سے کیا تعلق؟ اور اگر اس سے یہ ثابت کرنا ہو کہ بڑے پیر کی گیارہویں شاہ مدار کا

کونڈا پیر بیٹھے کا بکرا شربت نیاز حسین وغیرہ کرنا جائز ہے اور اس کے کہنے سے وہ چیز حرام نہیں ہوتی تو اُس کا جواب سُنئے کہ آیت مذکورہ بالا آپ کے مسئلہ کی دلیل ہرگز نہیں وہاں تو صرف یہ بیان ہو رہا ہے کہ کفار جن جانوروں کو اپنے بتوں کے نام کا کر کے ان کے کان چیرتے ہیں یا انھیں بحار اور سانڈ بنا کر چھوڑ دیتے ہیں یا جس اونٹنی کو پہلے پہلے اوپر تلے دو اونٹنیاں پیدا ہوں اُسے بھی بتوں کے نام آزاد کر دیتے ہیں اور جس اونٹنی کے کئی بچے ہو جائیں اُسے بھی بتوں کے نام چھوڑ دیتے ہیں اُن کا یہ فعل فرمانِ خداوندی کے ماتحت نہیں بلکہ یہ شیطانی حرکت ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ یعنی مَا شَرَعَ اللّٰهُ، اللہ نے اس کا حکم نہیں دیا یہ مرضیٔ خدا کے خلاف ہے پس اگر ماسٹر صاحب اس آیت کو اپنے فعل پر چسپاں کرتے ہیں تو کر لیں مطلب یہی ہوا کہ بڑے پیر کی گیارہویں شربت نیاز حسین وغیرہ کا حکم خدا کا دیا ہوا نہیں بلکہ آگے چل کر فرمایا ہے وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ یعنی بلکہ کافر خدا پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں اور ان میں کے اکثر بے علم جاہل ہیں؛ ماسٹر صاحب یہ آپ کو سوجھی کیا؟ اس آیت کو آپ نے کیا سمجھ کر دلیل بنائی؟ حق یہ ہے کہ "جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے" آپ نے تو اپنا فیصلہ آپ ہی کر دیا کہ جس طرح کفار نے یہ چیزیں از خود اپنے بڑوں کی تقلید کر کے نکال لی تھیں اور خدا کا حکم نہ تھا بلکہ پھر انھوں نے خدا کا نام بھی جھوٹ موٹ لے دیا تھا اور یہ سارا قصہ اُن کی جہالت اور غباوت کا کرشمہ تھا

اسی طرح جناب کے اور آپ کے ہمخیال لوگوں کے یہ تمام ہتھکنڈے ہیں جو دلیوں اور بزرگوں کی نیازیں آپ کرنے لگے اور اُن کے نئے نئے نام اور احکام تراش لئے اور پھر انھیں خدا کا حکم سمجھنے لگے اور پھر دلیل میں کفار کا ایک فعل لانے لگے ۔ جناب ماسٹر اور ان کے ہمخیال لوگوں کو یاد رہے کہ جس شخص نے یہ بدعتیں ایجاد کی تھیں یعنی سوائے خدا کے دوسروں کے نام نذر نیاز کرنے کی اور جس نے بحیرہ سائبہ اور حام چھوڑے تھے اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف تھا میں نے اُسے اپنی آنکھوں دیکھا کہ وہ جہنم میں جل رہا ہے اُس کی آنتیں باہر نکلی ہوئی ہیں جنھیں وہ گھسیٹتا پھرتا ہے۔ اسی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو متغیر کیا تھا میں نے دیکھا کہ اُس کے جسم کی بدبو جہنمیوں کو بھی ایذا پہنچا رہی تھی ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر پس قرآن کریم کی یہ آیتیں تو اللہ کے سوا دوسروں کے نام نذر و نیاز کرنے کو حرام ٹھیراتی ہیں اور اسے کافروں کا جھوٹ اور افترا بتلاتی ہیں اور اسے جاہلوں اور بیوقوفوں کا کام بتاتی ہیں ۔ افسوس کہ آپ ایسے لوگوں کے فعل کو حجت مان کر ایسے ہی کاموں کو کر کے پھر یہ آیت دلیل میں لا کر گویا باہمی اتحاد پر مہر لگاتے ہیں اور وہ کام کرنا چاہتے ہیں جس کا کرنے والا بزبان نبی ترجمان داصل جہنم ہوا اور وہاں کے بدترین عذابوں میں آج پھنسا ہوا ہے ۔ ماسٹر صاحب ذرا تکلیف فرما کر اس کے ساتھ کی اس آیت کو بھی پڑھ لیجئے اور اپنے فعل سے مطابقت کر لیجئے فرماتا ہے قُلْ ذَا قِیْلَ

لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ ترجمہ: ایسے لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ خدا کی اتاری ہوئی چیز اور رسول کی طرف آؤ تو جواب دیتے ہیں کہ ہمیں تو وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ داداؤں کو پایا؛ پس میں خیرخواہانہ نصیحت کرتا ہوں کہ مسلمان ہو کر توحید کا کلمہ پڑھ کر دوسرے کے نام پر اپنا مال خرچ نہ کرو اللہ کا دیا ہوا مال اللہ ہی کے نام پر خرچ کرو اُسی کی نذر مانو اسی کی منتیں کرو۔

اور ہاں جناب یہ تو فرمائیے کہ آپ جیسے مقلد کو یہ اجازت کب ہے؟ کہ وہ قرآن حدیث سے دلیل پکڑے؟ مقلد تو ادلہ اربعہ کو چھو ہی نہیں سکتا ملاحظہ ہو حنفی مذہب کے اصول کی کتاب توضیح مصری جز اول ص ۱۳۶ فَالْاَدِلَّةُ الْاَرْبَعَةُ اِنَّمَا يَتَوَصَّلُ بِهَا الْمُجْتَهِدُ لَا الْمُقَلِّدُ یعنی قرآن حدیث اجماع قیاس سے مسئلہ لینا اسے دلیل بنانا مجتہد کا کام ہے مقلد کا نہیں۔ چونکہ آپ مقلد ہیں مقلد کا فرض تو صرف یہ ہے کہ وہ اپنے امام کا قول لے لے اور اُسی کو اپنی دلیل سمجھے اسی کو بیان کر دے چنانچہ اسی توضیح کے صفحہ ۱۳۶ جلد اوّل میں ہے فَاَمَّا الْمُقَلِّدُ فَالدَّلِيْلُ عِنْدَهٗ قَوْلُ الْمُجْتَهِدِ۔ یعنی مقلد کی دلیل تو صرف اس کے امام کا قول ہے، پھر آپ نے تقلید کے دائرے سے باہر قدم کیوں نکالے؟ میں آپ کو اور آپ کے ہمخیال لوگوں کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ "اگر آپ میں سے کسی کے پاس حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول یا

فعل سے مروجہ فاتحہ کی سند ہو تو لے آؤ بس اُسی پر فیصلہ ہے۔ اگر ہے تو ہم
مان لیتے ہیں اور اگر نہیں تو پھر آپ حضرات اس بدعت سے توبہ کرلیں۔ فقہ
کی کسی معتبر کتاب میں سے امام صاحب کا مروجہ فاتحہ کرنا یا کرنے کا حکم دینا
دکھادو بس جھگڑا مٹا؎

ادا سے دیکھ لو جاتا ہے گلہ دل کا ٭ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

اب سنو! میں آپ کو بتلادوں کہ خود آپ کے مذہب میں غیر اللہ کی نذر
نیاز حرام ہے آپ کے مذہب کی کتاب بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔
اَلْاِجْمَاعُ عَلٰی حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوْقِ وَلَا یَنْعَقِدُ وَلَا یَشْغَلُ الذِّمَّةُ بِهٖ
وَاَنَّهٗ حَرَامٌ بَلْ سُحْتٌ یعنی خدا کے سوا جس مخلوق کے لئے نذر مانی جائے
وہ نذر منعقد نہیں ہوتی نہ اس کی کوئی ذمہ داری ہے بلکہ وہ حرام اور بالکل حرام
ہے اس بات پر اجماع ہو چکا ہے۔ یعنی تمام اُمت اُسے مانتی ہے کہ خدا کے
سوا دوسروں کی نذر ماننی حرام ہے اور وہ چیز بھی حرام بلکہ نجس ہے۔ آپ کے
مذہب کی معتبر کتاب شامی میں اس کے حرام ہونے کی وجہیں لکھی ہیں لِوُجُوْهٍ
مِنْهَا اَنَّهٗ نَذْرٌ لِلْمَخْلُوْقِ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوْقِ لَا یَجُوْزُ وَلِاَنَّهٗ عِبَادَةٌ وَ
الْعِبَادَةُ لَا یَكُوْنُ لِلْمَخْلُوْقِ۔ وَمِنْهَا اَنَّ الْمَنْذُوْرَ لَهٗ مَیِّتٌ وَالْمَیِّتُ لَا یَمْلِكُ۔
وَمِنْهَا اَنَّهٗ ظَنَّ اَنَّ الْمَیِّتَ یَتَصَرَّفُ فِی الْاُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰهِ وَاِعْتِقَادُهٗ بِذٰلِكَ كُفْرٌ
یعنی غیر اللہ کے نام نذر حرام ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مخلوق کے لیے نذر مانی

جائز نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نذر عبادت ہے اور عبادت کے لائق مخلوق
نہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ جس کے لئے نذر مانی جاتی ہے وہ انتقال فرما
چکے ہیں اور جو انتقال کر گئے وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہو سکتے۔ چوتھی وجہ
یہ ہے کہ ایسی نذر ماننے والوں کے اعتقاد یہ ہوتے ہیں کہ یہ فوت شدہ بزرگ
بہت سے امور کے ہیر پھیر کی خود طاقت رکھتے ہیں حالانکہ ایسا عقیدہ صریح
کفر ہے۔ پس آپ کا یہ فرمان بالکل غلط ثابت ہو گیا کہ جب بتوں کے نام کے
جانور حرام نہیں تو پھر ولیوں اور بزرگوں اور نبیوں کی نیاز کیوں حرام ہو جائے گی؟
ماسٹر صاحب! قرآن نے فرمایا ہے وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی ہر وہ چیز
جو اللہ کے سوا دوسرے کے نام پر مشہور کی جائے وہ حرام ہے آپ کے مذہب
کے عالم مولانا عبد الحی حنفی لکھنوی مجموعہ فتاویٰ ص۸۵ جلد دوم میں لکھتے ہیں
"غیر اللہ کی نذر و منت حرام ہے اور منذور غیر اللہ کا شیرینی ہو یا فیرنی کھانا
ہر امیر و فقیر پر حرام ہے" اور ص۴۲ پر لکھتے ہیں:۔ "شیخ سدو وغیرہ کا بکرا
جس میں خاص طور پر غیر اللہ کے واسطے جان دینا منظور ہوتا ہے اور خون بہانا
تقرباً الی غیر اللہ تعالیٰ مقصود ہوتا ہے حرام ہے" ماسٹر صاحب اہل حدیث
ایصالِ ثواب یعنی ثواب رسانی کے منکر نہیں جیسے کہ میں آپ کی پہلی دلیل کے
جواب ص۳۵ میں بالتفصیل لکھ چکا ہوں لیکن وہ کہتے ہیں اس کا طریقہ وہ رکھو
جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلایا ہوا ہے نہ وہ جسے تم خود ایجاد

کر لیتے ہو پس دوسروں پر تہمت نہ رکھو اور اپنے فعل کو شریعت کے دائرے سے خارج نہ کرو۔ اللہ ہمیں نیک توفیق دے افسوس! کہ آپ حضرات دینِ محمدی میں جو بالکل سہل آسان اور یکسوئی والا تھا، نئی نئی اور مشقت والی چیزیں نکال رہے ہیں جن سے پاک تھا اور جن چیزوں سے خدا کا کلام، رسولؐ کی حدیث صحابہؓ اور تابعینؒ کا عمل بالکل پاک ہے بلکہ چاروں اماموں میں سے بھی ایک سے ثابت نہیں ہے

نہ تو بھو کے ہوئے تھے ہم نہ پیاسے پیدا ۔ ہو گئے روگ یہ دنیا کی ہوا سے پیدا

چھٹی دلیل

دی ہے کہ حضرت سعدؓ نے اپنی ماں کے انتقال کے بعد حضورؐ کے فرمان سے ان کی طرف سے ایک کنواں کھدوایا۔ اس کے نقل کرنے میں بھی جودھپوری صاحب نے اپنی علمیت کا نوحہ کیا ہے اولاً تو یہ کہ قَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ کے قائل حضرت سعد ہیں نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ نے اپنی کم علمی یا بے علمی کی وجہ سے اسے نہیں سمجھا۔ دوسرے هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ میں مُشَارٌ اِلَیْہِ صدقہ ہے نہ کہ کنواں پس یہ لکھنا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت یہی فرمایا کہ "سعد رضی اللہ عنہ کی ماں کا یہ کنواں ہے" غلط ہے۔ یہ تو میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ آپ جیسے مقلدوں کو تحقیق سے کیا واسطہ ہے لیکن ہم آپ کو بتاتے ہیں یہ حدیث بھی صحیح نہیں۔ اس کے راوی حضرت حسن اور حضرت سعید ہیں جو حضرت سعدؓ

سے روایت کرتے ہیں ان دونوں کی ملاقات حضرت سعدؓ سے ثابت نہیں۔
اس لئے کہ حضرت سعید بن مسیبؒ پیدا ہوتے ہیں ۱۵ھ میں اور حضرت حسن
بصریؒ پیدا ہوتے ہیں ۲۱ھ میں اور حضرت سعد بن عبادہ کا انتقال ہوتا
ہے ۱۱ھ میں اور بقول بعض ۱۴ھ میں اور ایک روایت میں ہے کہ ۱۵ھ
میں پس اگر ۱۵ھ ہی مان لیا جائے جب بھی ان دونوں بزرگوں کا ملنا
حضرت سعدؓ سے ثابت نہیں۔ کیونکہ ایک کی پیدائش والے سال ہی حضرت
سعدؓ انتقال فرماتے ہیں اور دوسرے کی پیدائش سے چھ سال پہلے انتقال
کر جاتے ہیں تو فرمایئے کہ انھوں نے حضرت سعدؓ سے جو اُن کی پیدائش سے
پہلے دنیا سے چلدیئے ہیں کیسے سُن لیا؟ پس یہ حدیث منقطع ہے اور
قابل دلیل کے نہیں۔

اور ہاں جناب اس حدیث کو آپ کے مروّجہ فاتحہ سے کیا سروکار؟ اور
اگر اس سے یہ غرض ہے کہ متوفیہ کے نام پر یہ کنواں ہے تو یہ بھی آپ کے فائدہ کی
چیز نہیں۔ کہاں خدا کے نام کے صدقے کو کسی میت کی طرف سے نیابۃً دینا؟
کہاں کسی میت کے تقرب کے لئے اس کے نام پر کسی چیز کو صرف کرنا؟ اس واقعہ
سے فاتحہ مروّجہ کا جواز سمجھنا یا اس سے پیروں بزرگوں ولیوں شہیدوں کے
نام کی نذریں منتیں اتارنے کے جواز کی دلیل لینا ایسا ہی ہے جیسے چاولوں
کے سفید ہونے سے زمین کے گول ہونے پر استدلال کرنا۔ اور سنیئے بخاری

مسلم میں ایک حدیث ہے کہ اِسْتَفْتٰی سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ نَذْرٍ کَانَ عَلٰی اُمِّہٖ تُوُفِّیَتْ قَبْلَ اَنْ تَقْضِیَہٗ فَقَالَ اقْضِہٖ عَنْھَا یعنی حضرت سعدؓ نے حضورؐ سے مسئلہ دریافت کیا کہ ان کی ماں نے نذر مانی تھی پھر پوری کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگئیں تو آپؐ نے فرمایا تم ان کی طرف سے پوری کر دو؟ اس حدیث کو سامنے رکھ کر معلوم ہو رہا ہے کہ بہت ممکن ہے یہ نذر ہی اس صورت میں پوری ہوئی ہو پھر آپ کو اس واقعہ نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ یہ تو ایک نام خدا کی نذر ان کے ذمے تھی جو پوری کی گئی اور جس کی نذر تھی اس کی طرف خواہ مخواہ ہی منسوب ہوئی تھی انھیں کا مال تھا انہی کی مانی ہوئی نذر تھی جو اُن کی اچانک موت کے بعد اُن کے صاحبزادے نے ان کی طرف سے باجازتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوری کر دی۔ کہاں یہ؟ اور کہاں آپ کا دوسروں کے نام پر مال خرچ کرنا؟ پھر کہاں بیٹے کا اپنی متوفیہ والدہ کی نذر کو پورا کرنے کے لئے اس کی طرف سے صدقہ کرنا؟ اور کہاں آپ کا غیر اللہ کے نام پر مال کو نکالنا؟ اور وہ بھی کسی ایسے رشتے کے نہ ہوتے ہوئے۔ ماں کے حقوق جو اولاد پر ہیں وہ اور ہی ہیں اور اولاد کو تو خود حدیث میں ماں باپ کا عمل بتلایا گیا ہے چنانچہ حضور کا ارشاد ہے کہ انسان کی موت کے بعد اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین عمل جن میں سے ایک اولاد ہے۔ پس اولاد تو ماں باپ کی اپنی کمائی اور اُن کا کسب ہے۔ اس کا تو

ہر نیک عمل اس کے ماں باپ کے لئے ثواب بن جاتا ہے۔ پس آپ حضرات کا غیروں کے نام پر مال یا جانور یا کھانا کرنا ان کے تقرب کے لئے یہ تو ان کی عبادت ہے اور مثل عبادت غیر اللہ کے حرام محض ہے قال اللہ تعالیٰ۔ قُلْ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ پس معلوم ہوا کہ موت و زیست نماز و قربانی خاص اللہ ہی کے لئے ہے اُس میں دوسرے کی شرکت ممنوع ہے یہ تو تھی اسلام کی تعلیم لیکن ماسٹر صاحب کے اسلام کی تعلیم اس کے یکسر خلاف ہے وہ تو بتوں، ٹھاکروں، ہنومان اور کالی کے نام کے بکرے وغیرہ بھی حلال کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس سے پہلے صفحہ پر لکھ آئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے وہابی یعنی منافق لوگ یہ کہتے تھے کہ بتوں کے نام کے جانور حلال نہیں ہو سکتے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے قول کی تکذیب کی یعنی یہ فرمایا کہ وہ حلال ہیں۔ پس جن کے عقیدے اس قدر بدل گئے ہوں اُن سے مسلمانوں کے ہاتھ کوئی اچھی بات لگنی اتنی ہی مشکل ہے جتنی مشکل ہتھیلی پر سرسوں جمانی۔ جناب کو یہ مغالطہ بھی ہے کہ موچیوں کی مسجد وغیرہ کہنے سے پھر تو مسجد بھی مسجد کے حکم میں نہ رہے؟ اس کی بابت گذارش ہے کہ یہ تو صرف امتیاز کے لئے ہے پہچان اور شناخت کے لئے ہے نہ کہ اس مسجد میں مسلمان موچیوں کی عبادت کرتے ہوں یا اُس مسجد کو موچیوں کی رضامندی اور اُن کے تقرب کے لئے اور ان سے ثواب حاصل

کرنے کے لئے بنائی ہو اس طرح کے امتیازی نام حضورؐ کے زمانے میں بھی تھے ملاحظہ ہو بخاری مسلم وغیرہ ۔

اسی ضمن میں جناب یہ بھی فرما گئے ہیں کہ کلام الٰہی جس چیز پر پڑھا گیا وہ حلال ہے، یہ بھی آپ کی غلطی ہے، کیا کلام الٰہی سوٗر پر پڑھ کر اُسے کھالیں؟ کیا کلام الٰہی پڑھ کر اس بکری کے گوشت کو کھالیں جسے کسی ہندو نے اپنے طریقہ پر ذبح کیا ہو؟ یا کسی سکھ نے جھٹکا کیا ہو؟ خدا جانے یہ بے علمی کا کرشمہ ہے؟ یا یہ کہ بدعتوں اور شرک کے بعد قدرت عقل چھین لیتی ہے ہم نے تو یہی دیکھا کہ ان میں سے جو کوئی کچھ لکھتا ہے وہ ہمیشہ بے سر پیر کی ہی لکھتا ہے "لنکا میں جسے دیکھو باون گز کا"، دلیل دراصل ایک بھی نہ ہو لیکن یہ لکھتے چلے جائیں گے وہاں تو یہ حالت تھی کہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کُنَّا نَرَی الۡاِجۡتِمَاعَ اِلٰی اٰھۡلِ الۡمَیِّتِ وَ صُنۡعَۃَ الطَّعَامِ مِنَ النِّیَاحَۃِ ۔ یعنی ہم صحابہ رسول اہل میت کے ہاں جمع ہونے کو اور ان کے ہاں کے کھانے کو مثل نوحہ کے حرام سمجھتے تھے۔ پھر ان فاتحہ خوانوں کا تیجے دسویں بیسویں چالیسویں برسی ششماہی جمعرات چاندرات ۔ عرس ۔ فاتحہ وغیرہ کے موقعوں پر جمع ہو کر فاتحہ پڑھ کر آستین چڑھا کر مالِ مردار نوش کرنے کا ثبوت آئے گا کہاں سے؟ جبکہ اجماع صحابہؓ سے یہ کل امور حرام ہیں اور نیز فقہ حنفی سے بھی جیسے کہ پہلے بہت سے حوالوں

سے بیان گذر چکا۔ الغرض حضرت سعدؓ والی حدیث جو فاتحہ خواں صاحب پیش فرمایا کرتے ہیں وہ منقطع ہے۔ پھر فاتحہ کی دلالت اس میں نہیں بلکہ یہ تو نذر کا واقعہ ہے اور اگر سب مان بھی لیں تو اس سے وہی ثابت ہوتا ہے جو اہلحدیث کا مذہب ہے کہ مردے کے پیچھے نیابۃً اگر کوئی قُدّ فی اللہ مسلمانوں کے مفاد کا کوئی کام کردے اُس میں اپنی طرف سے نہ تو کوئی بدعت ہو نہ کوئی ایجاد ہو نہ ایزاد تو وہ کر سکتا ہے اور اگر خدا کے ہاں قبول بھی ہو گیا تو اُس کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے ماسٹر صاحب ہیں تو داد کے قابل۔ واللہ آپ کی دلیلوں نے تو پھڑکا دیا ہے

ترقی اور ہو دنیا میں یارب حسن والوں کی ؛ مزے لے لے کے مرتے میں دعا ہے مرنیوالوں کی

ساتویں دلیل

ماسٹر صاحب نے دی ہے بیہقی کی روایت جس میں ہے کہ مُردہ زندوں کی دعا کا منتظر رہتا ہے۔ ماسٹر صاحب کیسے بھلے اور بھولے آدمی ہیں کہ نہ انھیں دعویٰ کی خبر ہے نہ دلیل کی تمیز۔ عربی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ نرے کورے ہیں۔ کہیں بھی عربی اصل عبارت تو نقل کرتے ہی نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ یہ سب کچھ کسی اردو کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ دیکھئے اس حدیث کو کسی نے ادھوری نقل کی تھی تو آپ نے بھی مکھی پر مکھی مار دی یا یہ کہ آخری جملے کو عمداً چھوڑ دیا کیونکہ وہ آپ کو کچھ مضر معلوم ہوا اس کے آخر میں ہے وَاِنَّ اللّٰہَ لَیُدْخِلُ عَلٰی اَھْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَھْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ اس جملہ کو بھی ماسٹر صاحب چھوڑ گئے پھر اس

آخری جملے نے تو چونکہ معاملہ بالکل صاف کر دیا تھا اس لئے بھلا اسے یہ کیوں نقل کرنے لگے اس میں ہے وَاِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَاءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ یعنی زندوں کا ہدیہ اور تحفہ مُردوں کے لئے ان کی بخشش کی دعا مانگنا ہے ؛ چونکہ اس میں صفائی ہوتی تھی کہ بڑی چیز مُردوں کے لئے دعائے خیر اور ان کے لئے طلب بخشش کی دُعا ہے اس لئے اسے چھوڑ دیا کہ جب لوگوں کے دل میں یہ بات پڑ جائے گی کہ سب سے بڑا تحفہ اور ہدیہ جو زندے لوگوں کی طرف سے مُردوں کو پہنچایا جا سکتا ہے اور جس کا ثواب مُردوں کو پہاڑوں کے برابر خدائے پاک دیتا ہے وہ زندے لوگوں کا اُن کے لئے بخشش کی دعائیں مانگنا ہے۔ تو پھر کون تیجے بیسویں کرے گا؟ اور جب یہ نہ ہوئے تو کون فاتحہ خوانوں کی پُرسش کرے گا؟ اور اگر یہ چھُوٹا تو پھر پانچوں گھی میں کیسے رہیں گی؟ اب تو یہ حال ہے کہ جہاں محلے میں ایک مرا اور مُلاکی بن آئی۔ حاضری کی روٹیں اس کی حاضری ضروری ہے۔ چالیس دن تک روٹی برابر بلا ناغہ ملا کرے گی۔ کیونکہ پٹی پڑھا رکھی ہے کہ مردے کی روح چالیس دن تک گھر آیا کرتی ہے۔ پھر سوم پر اس کے چھکے پنجے ہیں۔ دہم اور چہلم پہ چرٹی اور دو دو برسی اور عرس میں پانچوں گھی میں۔ جمعرات اور چاند رات پر چاندی ہی چاندی ہے اور شب برات محرم وغیرہ کے موقعہ پر تو سونے کی چڑیا دکھائی دیتی ہے۔ اس درمیان میں ایک آدھ اور لڑھک گیا پھر آسرا ہو گیا۔ غرض بے فکری کی چلی آتی ہے۔ مرنے والے کے

یتیم بچے چاہے فاقوں مریں۔ جائیداد رہن رکھ دی جائے۔ برتن بھانڈے بیچ دیئے جائیں۔ لیکن نہ حاضری ترک ہو نہ چالیس دن کی روٹی نہ تبارک اور جمعرات اور تیجے دسویں وغیرہ کی رسم فوت ہو۔ اب جنھیں اس لقمے کا مزہ پڑ گیا ہے انھیں ساتھ ہی کھٹکا بھی لگا ہوا ہے کہ اگر ان سے کہہ دیا گیا کہ میاں تم سب سے بڑا فیض جو مُردوں کو پہنچا سکتے ہو وہ دعا ہے تو نہ یہ دیگیں کھٹکھٹائیں نہ فاتحہ کی ضرورت پڑے نہ فاتحہ خوروں کو دوہرا حصہ ملے۔ اس سبب سے حدیث کے نقل کرنے میں ہی اس جملہ کو چھوڑ دیا اسی مطلب کی ایک اور حدیث منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد دوم ص۴۴ میں ہے عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ أُرِيدُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْ أُمِّي وَقَدْ تُوُفِّيَتْ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكِي عَلَيْكِ مَالَكِ فَهُوَ خَيْرٌ لَكِ۔ یعنی ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری والدہ انتقال کر چکی ہیں کیا میں ان کی طرف سے صدقہ دوں؟ تو آپ نے فرمایا اپنا مال تم اپنے ہی پاس رکھو یہی تمہارے لئے بہتر ہے! آہ! جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امّت کی اقتصادی حالت درست رکھنے کا یہانتک خیال رکھا ہو؟ اس اُمّت کا آج یہ حال ہے کہ رسمی اور رواجی امور کے پیچھے اپنا روپیہ ٹھیکریوں کی طرح برباد کر کے بالکل مفلس بن بیٹھے، انھوں نے تیجوں اور چالیسوں کے پیچھے، برسیوں اور عرسوں کے پھیر

میں برتن زیور اور جائداد یں گروی کر دیں اور پکار پکار کر افلاس کو اپنے سر چڑھا لیا۔ سودی روپیہ اٹھاتے ہیں اور مُلّاؤں کے پیٹ پالتے ہیں تباہ و برباد ہوتے جاتے ہیں اور رسموں سے روکنے والوں کے دشمنِ جان ہو رہے ہیں۔ مسلمانو! آنکھیں کھولو۔ سینکڑوں صحابہ رضؓ حضورؐ کے سامنے رحلت فرما گئے آپ کے اپنے گھر میں کئی چھوٹے بڑے فوت ہوتے اُن پر تیسرے ساتویں دسویں بیسویں دن آئے کیا حضورؐ نے کچھ کیا؟ یا کرنے کو فرمایا؟ کیا پھر آج تم مخالفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کر کے پھلو پھولو گے؟ یا خدا کے ہاں ثواب پاؤ گے؟ نہیں بلکہ دونوں جہان کی رسوائی مخالفتِ رسولؐ میں ہے اہلحدیث کو آج جتنا چاہو بُرا کہہ لو لیکن جب ان رسموں اور بدعتوں کی بھینٹ روپیہ چڑھ جائے گا اور کنگال بن کر کٹورا ہاتھ میں لے لو گے تب ندامت کے ساتھ اس پاکباز جماعت کی نصیحتیں یاد کرو گے جب قیامت کے دن بدعتوں کے بوجھ سے کمر ٹوٹتی ہو گی۔ خدا الگ ناراض ہو گا، رسولؐ منہ پھیرے ہوئے ہوں گے۔ حوضِ کوثر بند ہو گا۔ شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو گی تب حسرت و افسوس کے ساتھ کہو گے کہ یَا لَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ ہائے ہائے کاش کہ ہم خدا کی اور اُس کے رسول کی مانتے۔ لیکن اُس وقت کیا فائدہ؟ ؎

واقعی کیا چیز ہے اُن کا دلِ ناشاد بھی ٭ ذکرِ حق بھی ہوتا جاتا ہے بتوں کی یاد بھی

اس رسالے کے صفحات اس سے زیادہ کے متحمل بھی نہیں۔ اور یہ
مسکت جوابات اتنے بھی بہت کافی ہیں۔ اس لئے ہم آگے چلتے ہیں۔

آٹھویں دلیل

کیوں ماسٹر صاحب؟ یہ جو آپ نے بے حوالہ آٹھویں دلیل دی ہے اس کی سند ثابت کر سکتے ہو؟ اگر کر دو تو ہم تمہارا منہ میٹھا کرائیں، ورنہ اللہ سے ڈرو، کیوں دو لقموں کے پیچھے کوئی اپنا ایمان خراب کرے؟ آپ لکھتے ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عید کے دن جمعہ کے دن عاشورے کے دن اور شب برات میں مُردوں کی روحیں آتی ہیں اور اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی ہو کر کہتی ہیں کہ ہمیں یاد کرنے والا ہم پر رحم کھانے والا کوئی ہے؟ ہم بُری حالت میں ہیں تم اچھے حال میں ہو، ہمارے گھر بار بال بچے تمہارے قبضہ میں ہیں، ہمارے مال سے تم چین اڑا رہے ہو، ہماری بیویوں کو تم نے اپنی کر لی ہیں وغیرہ۔ ماسٹر صاحب! ہم نے تو کبھی روحوں کی یہ آہ و بکا نہیں سنی۔ اور جن روحوں کی یہ دردناک صدائیں آپ کے کان میں آتی ہیں یقین مانئے کہ یہ کافروں کی روحیں ہوں گی۔ ورنہ مومنوں کی روحیں تو بڑے آرام اور راحت و سرور سے اپنی آخرت گزارتی ہیں۔ وہ خدا کی مہمان ہوتی ہیں اور خدا خود اُن کا میزبان ہوتا ہے وہ تو جنت میں ہیں خدا کی رضامندی میں ہیں اُن گنت نعمتوں اور بے شمار راحتوں میں مسرور ہیں اُنھیں کیا پڑی؟ کہ وہ آئیں اور یہاں غل

مچائیں اور وہ بھی اس طرح کہ ماسٹر کی کان سنیں اور دوسرے کان اس سے
بے بہرہ رہیں بلکہ بہرے رہیں ان عقلمند روحوں سے کوئی پوچھے تو سہی کہ تم یہ
آوازیں کسے سناتی ہو؟ اس چیخنے چلانے سے کیا ہوتا ہے۔ جنھیں کہتی ہو وہ
تو سنتے بھی نہیں تم اب یہ دعا مانگو ؎

یارب نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات ❊ دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

اسلام تو یہ سکھاتا ہے وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ٥ جو
مرا وہ قیامت تک یہاں نہیں آسکتا۔ قرآن اور جگہ ارشاد فرماتا ہے اَنَّهُمْ
لَا يَرْجِعُوْنَ ٥ کوئی بھی لوٹ کر دنیا میں نہیں آتا، حدیث میں ہے اِذَا مَاتَ
ابْنُ اٰدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ انسان کے مرتے ہی اس کے دنیوی کل کام ختم ہو
گئے۔ تمہاری فقہ کی معتبر کتاب بزازیہ میں ہے مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ
حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ یعنی جس کا عقیدہ ہو کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی
ہیں اور جانتی ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اچھا، کیوں جناب ماسٹر صاحب!
معلوم ہوا کہ ہر جمعہ کے دن کے علاوہ عید عاشورہ اور شب برات کو روحیں آتی
ہیں تو انھیں ان دنوں کچھ اچھا اچھا پکا کر کھلانا چاہیے اور فاتحہ خوانوں کو کھلانا
گویا لیٹر بکس میں خط ڈالنا ہے کہ اس پر جو پتہ لکھا ہے اسی کو خط پہنچ جائے گا۔
ملا صاحب کے پیٹ میں کھانا گیا اور مردے کا پیٹ بھر گیا۔ بجلی کے کرنٹ والا
تار ہے جس کا ایک سرا عالم سفلی میں ہے دوسرا عالم علوی میں یہاں بٹن دبایا اور

وہاں گھنٹی بجی ملّا نے ڈکار لی اور مُردے کا پیٹ بھرا۔ لیکن کیوں جی اگر کسی بھوکے ملّا نے بہت سارا کھا لیا اور ہیضہ ہوگیا، بدہضمی ہوگئی، تخمہ ہوگیا تو مُردے کا کیا حال ہوگا؟ وہ کہاں شفاخانے تلاش کرے گا؟ خیر بہر صورت ان ہی دنوں میں روحیں آتی ہیں ان ہی دنوں میں فاتحہ دینا چاہیئے۔ پھر یہ دسویں بیسویں تیجے چالیسویں کا پنڈ تو چھوڑیئے۔ اس روایت میں ان دنوں تو روحوں کا آنا نہیں لکھا، اور یہ تو فرمائیے کہ اس روایت میں بھی فاتحہ مروجہ کا تو ذکر تک نہیں۔ اب کے اگر خیریت رہے تو مُردوں کی نوحہ خوانی سُن کر انھیں تلقین کر دینا کہ وہ فاتحہ مروجہ کا بھی کہہ جائیں۔ پھر آپ کسی اور صحابی کا نام لکھ کر اُس میں یہ الفاظ بھی بڑھا لینا۔ پناہ بخدا! کیا بے سر پیر کی اُڑا رہے ہیں۔ مسلمانو! اللہ سے ڈرو، کیوں بچوں کی سی باتیں کہو اور کیوں صحابہ پر بہتان باندھو اور کیوں اپنے دو لقموں کے لیئے دین برباد کردو؟ یاد رکھو اگر یہ روایت ثابت بھی ہوجائے جب بھی حجت نہیں کیونکہ موقوف ہے اور یہ تو ضعیف بھی نہیں بلکہ موضوع محض گھڑنت ہے ورنہ کوئی مائی کا لال ہمیں اس کی صحت کا ثبوت دے کر انعام حاصل کرلے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روحیں جیسے لوگوں کی ہیں ویسے ہی ان کے بعد والے بھی ہیں جب ہی تو یہ بچاری فریادی ہیں کہ ہمارے یتیم بچوں کو تم نے ذلیل کر رکھا ہے۔ اور اپنا حال بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ہم تنگ قبروں میں پڑی ہیں۔ کیوں ماسٹر صاحب! تمہارا

ایمان ہے کہ ولیوں نبیوں کی یہ حالت ہوتی ہے؟ اگر یہ نہیں تو پھر انہی جیسا سمجھ کر عاشورے کے دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے اور گیارہویں کے دن حضرت پیرانِ پیرؒ کے لئے فاتحہ گیارہویں اور کھچڑا اور ملیدہ کیوں کرتے ہو؟ الغرض اس روایت سے بھی ماسٹر صاحب کو تو کچھ بھی فائدہ نہیں نہ اس میں مروجہ فاتحہ کا ذکر نہ اس کا طریقہ؟ ہاں ماسٹر صاحب جو چاہیں کر دکھائیں، اور کہہ سنائیں ؎

کیا پوچھتے ہو کیا نگہِ یار ہو گئی ٭ تلوار اس نے کر دیا تلوار ہو گئی

نویں دلیل جودھپوری ماسٹر صاحب نے دی ہے کہ بعد از دفنِ میت متوفّٰی کی بیوی نے حضورؐ کی دعوت کی آپ سب کے ساتھ گئے اور کھایا۔ افسوس کہ جودھپوری صاحب نے یہاں بھی حق پوشی سے کام لیا۔ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے کھایا بلکہ یہ ہے کہ آپ نے لقمہ منہ میں رکھتے ہی دریافت حال فرما کر حکم دیا اَطْعِمِیْهِ الْاُسَارٰی اسے قیدیوں کو کھلا دو۔ بلکہ یہ بھی اس روایت میں ہے کہ جو لقمہ آپ نے منہ میں رکھ لیا تھا اُسے بھی کھا نہیں سکے لفظ یہ ہیں یَلُوْکُ لُقْمَةً فِیْ فِیْهِ جو لقمہ آپ نے منہ میں اٹھا لیا تھا اُسے بھی منہ میں پھیرتے رہے یعنی کھا نہیں سکے۔ ماسٹر صاحب نے اس کے بدلے لکھ مارا کہ کھایا۔ آخر کا جو حصہ تھا کہ آپ نے اس کھانے کو قیدیوں کو بھجوا دیا اسے بالکل نقل ہی نہ کیا تا کہ بھرم بندھا

رہے۔ لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ ایسے کھانے قیدیوں کے یعنی کافروں کے حصہ کے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں قیدی کفار ہوتے تھے جو میدانِ جنگ سے اسیر کر کے لائے جاتے تھے۔ چنانچہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں تشریح ہے کہ وَکَانُوْا کُفَّارًا وہ قیدی کافر تھے۔ دوسرے یہ کہ یہ حدیث بھی ثابت نہیں اس لئے کہ اس کے راویوں میں عاصم بن کلیب ہیں جن کی نسبت تقریب میں ہے رُمِیَ بِالْاِرْجَاءِ یعنی ان کی طرف مرجیہ ہونے کی نسبت کی گئی ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے کہ یہ مرجیہ تھے۔ امام ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ ان کی نسبت فرماتے ہیں لَا یُحْتَجُّ بِمَا انْفَرَدَ بِہٖ جو حدیث یہی بیان کریں وہ لینے کے لائق نہیں۔ پس یہ روایت بھی دراصل صحیح نہیں۔ بلکہ صحیح حدیث میں تو اس کے خلاف بلکہ بالکل برعکس ثابت ہے کہ حضرت جعفرؓ کی شہادت پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا الخ یعنی جعفرؓ کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کر کے بھیجو۔ ان پر مصیبت کا وقت ہے جس سے انھیں کھانا پکانا مشکل ہے۔ پس کہاں تو یہ حکم کہ جن کے ہاں موت ہو جائے اس کے قریبی رشتہ دار کھانا تیار کر کے اس کے ہاں بھیجیں تاکہ وہ مصیبت زدہ کھائیں پئیں۔ کہاں ان ہمارے زمانے کے مُلّاؤں کا یہ ڈھونگ کہ ادھر آستین چڑھا کر آ بیٹھیں کہ چونکہ تمہارے ہاں فلاں مر گیا اس لئے لاؤ ہمارا پیٹ بھرو۔ پس آپ کی پیش کردہ حدیث صحیح نہیں اور

صحیح حدیث اس کے خلاف ہے دیکھ لیجیئے اس حدیث کو امام ترمذیؒ
حسن صحیح کہتے ہیں۔ اور یہ حدیث ابن ماجہ اور ابوداؤد میں بھی ہے۔
اصول حدیث کی کتابوں میں یہ توضیح موجود ہے کہ ایسے وقت ایسی حدیث
کو باصطلاح محدثین شاذ مردود کہتے ہیں۔ ثقہ ثقات کی مخالفت کرے۔
جب بھی اس کی روایت شاذ ہوجاتی ہے۔ اور یہاں تو غیر ثقہ ثقات کی
مخالفت کرتا ہے اس لئے یہ حدیث ہرگز قبولیت کے لائق نہیں۔ اور یہ کہ
اس حدیث کو تیجے دسویں بیسویں سے کیا تعلق؟ یہ تو موت والے دن کی
ہی روایت ہے۔ پھر اسے مروجہ فاتحہ و درود سے کیا نسبت نہ اس میں فاتحہ
کا ذکر ہے نہ درود کا۔ بلکہ اس حدیث سے ان کاموں کی مخالفت ثابت
ہوتی ہے کیونکہ اس کھانے پر نہ تو حضورؐ نے ہاتھ اٹھائے نہ مروّجہ فاتحہ خوانی
کی اور جہاں تک بظاہر سمجھا جاسکتا ہے یہ ہے کہ وہ کھانا پہلے ہی سے
گھر میں پکا رکھا تھا۔ آپ کو کہلوا بھیجا اور بے تکلف چلے آئے۔ لیکن خدا
کو منظور نہ تھا کہ یہ کھانا آپ کھائیں اس لئے ایک لقمہ بھی پیٹ میں نہ جا
سکا۔ چودھیوڑی صاحب ذرا یہ تو بتائیں کہ یہ کھانا میت کے ایصال ثواب
کے لئے تھا اس کی کیا دلیل ہے؟ حدیث میں تو کوئی ایسا اشارہ کنایہ بھی
نہیں بلکہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اتفاقیہ واقعہ تھا اس لئے کہ زمانہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اسے مثل نوحے کے حرام سمجھا جاتا تھا جیسے مسند احمد

کی حدیث میں ہے "كُنَّا نَعُدُّ الْإِجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهِ مِنَ النِّيَاحَةِ" یعنی میت کے دفن کے بعد اہل میت کے ہاں جمع ہونا اور ان کا کھانا تیار کرنا ہم نوحے میں سے سمجھتے تھے اور نوحہ کرنے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے ملاحظہ ہو ابوداؤد۔ پس یہ دعوت میت کی طرف سے نہ تھی نہ اُسے ثواب پہنچانے کی نیت سے تھی نہ یہ کھائی گئی بلکہ کافروں کو بھجوائی گئی۔ نہ اس میں فاتحہ مروّجہ تھا نہ کچھ اور مگر ماسٹر صاحب ہیں کہ ٹھیکری کو اشرفی بتلا رہے ہیں اور یہ سب کیوں؟ تر لقمے کی خاطر سے

اچھا نہ کبھی ہوتے اس آزار کو دیکھا ٭ دم توڑتے ہر عشق کے بیمار کو دیکھا

یہ سب کچھ جواب تو اس بنا پر تھا کہ ماسٹر صاحب کی نقل کا اور ان کی سمجھ کا اعتبار کرلیا جائے ورنہ دراصل ابوداؤد میں یہ حدیث اس طرح ہے ہی نہیں وہاں تو یہ الفاظ ہیں فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِي امْرَأَةٍ یعنی جب آپ جنازے سے واپس لوٹے تو کسی عورت کی طرف سے بلانے والا آپ کے سامنے آیا۔ اس کا یہ ترجمہ کرنا کہ مُردے کی بیوی نے آدمی بھیجا محض غلط ہے۔ اِمْرَأَةٌ نکرہ ہے اُسے معرفہ بنانا محض بے علمی ہے اور عقلاً بھی یہ محال ہے کہ ایک عورت جس کا خاوند مرگیا ہو وہ بکریاں خریدتی پھرے اور پکوائے اور روٹی تیار کرے اور دفن تک تمام انتظام تیار کرلے اور کھانا

سامنے رکھ دے۔ صاحبِ مشکوٰۃ نے اسے ابوداؤد سے نقل کی ہے گو مشکوٰۃ میں اِمْرَأَتِہٖ کا لفظ ہے لیکن اصل یعنی ابوداؤد میں یہ لفظ نہیں۔ پس سرے سے یہی غلط ہے کہ یہ دعوت مرحوم کی بیوی نے کی تھی۔ بلکہ یہ دعوت کسی اور عورت کی طرف سے تھی فتنبہ۔ اس عورت نے آپ کی دعوت کا سامان تیار کیا تھا۔ اتفاق سے کسی کی موتی میں آپ چلے گئے۔ اس نے جو بلاوا بھیجا تو آپ جنازے میں گئے ہوئے تھے قاصد ڈھونڈھتا ہوا وہیں چلا راہ میں اتفاق سے آپ مل گئے۔ پس دعوت کرنے والی اور عورت، اور خاوند کسی اور عورت کا مرا تھا اور اسی حدیث میں ہے کہ بکری کی خریداری کے لئے آدمی بھیجا مگر ملی نہیں اِدھر اُدھر دریافت کیا ملی نہیں، ایک جگہ ملی لیکن وہاں مالک نہ تھا۔ مالک کی بے اجازت لائی گئی۔ اب سمجھ لیجئے کہ جس عورت کا خاوند مرگیا ہو وہ اتنے جھگڑوں میں کیسے پڑتی ہے؟ پھر بکری آتی ہے ذبح ہوتی ہے گوشت بنتا ہے پکتا ہے روٹی تیار ہوتی ہے اور قبرستان ہی آدمی بھیجا جاتا ہے کہ چلئے کھا لیجئے۔ نہیں واقعہ یوں نہیں بلکہ یوں ہے کہ کسی عورت کے ہاں آپ کی دعوت تھی۔ اتفاق سے یہ صحابی انتقال کر گئے اس عورت نے دعوت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوا بھیجا۔ آدمی یہ معلوم کر کے کہ آپ کسی جنازے میں گئے ہیں وہیں پہنچا۔ پس یہ قصہ ہی میت والے گھر کا نہیں۔ حاشیوں کا مطلب اہلحدیث سے سیکھو ؎

مزہ گر چاہو بارش کا میری آنکھوں میں آبیٹھو ؛ سیاہی ہے سفیدی ہے شفق ہے ابر باراں ہے

دی ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ جنت کی کنجی ہے

دسویں دلیل اور اگر ایک لاکھ بار اسے میت کی طرف سے پڑھا جائے تو میت عذاب سے چھوٹ جاتی ہے یا درجے بلند ہوتے ہیں ——

میں کہتا ہوں یہ بھی آپ کی گھڑنت ہے۔ لاؤ کسی صحیح حدیث میں اس کا ایک لاکھ بار میت کی طرف سے پڑھنا ثابت تو کر دو۔ رہا کنجی جنت کی ہونا تو لَاحَوْلَ وَلَا الخ عرش تلے کا خزانہ ہے پھر اسے کیوں چھوڑ دیا ؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نیکی کی ترازو کو پُر کر دیتا ہے پھر اسے کیوں ترک کر دیا گیا ؟ سنئے ! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی فضیلت کی بحث نہیں۔ بحث یہ ہے کہ اوقات مقرر کر کے مقررہ وضع سے کا مقررہ طریقوں سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ سینکڑوں اموات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئیں کسی کے ہاں تیسرے دن جمع ہو کر یہ افعال کئے گئے ؟ اگر کئے گئے ہیں تو ثابت کرو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ورنہ بدعتیں نکال کر اپنے اور دوسروں کے ایمان کا ستیاناس نہ کرو۔ بلکہ اس طرح کے اذکار و اجتماع کو صحابہؓ نے بدعت بتایا ہے اور ایسوں کے بُرے خاتمہ کی پیشگوئی کی ہے۔ چنانچہ دارمی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ثابت ہے جو روایت گذر چکی ہے پس ؎

مسلک سنت پہ سالک چلا جا بے دھڑک : جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

گیارہویں اور بارہویں دلیل

آپ نے دی ہے مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی تحریر جناب میں اہلحدیثوں کے سامنے جو آپ کی تحریر اور فتویٰ کا وزن ہے وہی وزن بڑے سے بڑے امتی کے فتوے اور تحریر کا ہے جبکہ وہ بے ثبوت ہو یا خلافِ دلیل ہو۔ نام گنوا دینے سے دلیلوں کے نمبر بڑھ نہیں جاتے بلکہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ترکش خالی ہو چکا تعزیہ داری کے مولانا کے فتوے میں سے آپ نے اسی عبارت کو مانا۔ کیا باقی سے آپ کفر کرتے ہیں ؟ اگر نہیں تو مولانا اپنے اس فتوے میں لکھتے ہیں "تعزیہ داری جو عشرۂ محرم میں معمول ہے اور بنانا ضرائح وصورتِ قبور وغیرہ کا درست نہیں" بلکہ مولانا اسے بدعت لکھتے ہیں اس کے کرنے والوں کو لعنتی لکھتے ہیں تعزیوں کو توڑ دینے کا فتویٰ دیتے ہیں، خود اس فتوے کے نقل کرنے میں بھی آپ نے خیانت کی چنانچہ اس کے یہ الفاظ نقل نہیں کیے "بلکہ اصلی قبروں کے پاس رکھنا بھی" اس لئے کہ تعزیے تو سال بھر میں ایک ہی دفعہ آتے ہیں لیکن قبروں کے چڑھاوے فاتحہ خوانوں کو روزمرہ مل سکتے ہیں۔ اور شاہ صاحب اس میں کھلی کراہت بتلاتے ہیں تو آپ اس جملہ کو پہلے ہی کھا گئے تاکہ قبروں کی جھوٹن کھانے میں آسانی ہو جائے۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کھلے لفظوں میں جو ان امور کی بابت لکھتے ہیں ہم اسے بھی جو دھوری کانوں تک پہنچا دیتے ہیں، یہ سمجھ کر کہ ہمارے نہیں تو شاہ صاحب کی یہ مان لیں۔

سنئے! اسی فتاویٰ عزیزی جلد اول ص۱۵۹ میں ہے "انسان کو اختیار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب بزرگوں کو پہنچا دے۔ لیکن اس کام کے لئے کوئی وقت اور دن اور مہینہ مقرر کرنا بدعت ہے"۔ کیوں ماسٹر صاحب! تمہاری سب کی کرائی کرکری ہو گئی یا نہیں؟ امید کہ اب آپ مولانا کے اس فتوے کو سامنے رکھتے ہوئے تیجے دسویں بیسویں وغیرہ سے توبہ کرلیں گے اور یہی مطلب آپ کی بارہویں دلیل کی عبارت کا بھی ہے کہ کوئی دن مقرر نہ ہو چنانچہ خود تمہارے نقل کردہ الفاظ یہ ہیں "غرض جب توفیق ہو"۔ اور ہمیں تو آپ کی نقل کردہ یہ عبارت ملی بھی نہیں۔ اور نہ ہم نے اس کی جستجو ضروری سمجھی ؎

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے ؛ پسینہ پوچھئے اپنی جبیں سے

تیرھویں دلیل دی ہے کہ دُرِّ مختار میں حدیث ہے کہ گیارہ مرتبہ قل پڑھ کر مُردوں کو بخشنے تو اتنا اتنا ثواب ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں "درِّ مختار کوئی حدیث کی کتاب نہیں۔ بتلاؤ یہ حدیث حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ پھر صحت ثابت کرو۔ لیکن ہماری پیشگوئی ہے کہ تم ایک تو کیا تمہارے سب طرفدار مل کر پوری عمر میں اسے صحت کے ساتھ ثابت نہیں کر سکتے۔ پھر اسی کے ساتھ جو دو روایتیں آپ نے بیان کی ہیں یعنی سورہ تکاثر وغیرہ پڑھنے کی اور سورہ یٰسٓ پڑھنے کی یہ تو آپ کا محض

سفید جھوٹ ہے۔ درِمختار میں سے ہی نکال کر دکھا دو۔ لیکن قیامت تک نہیں دکھا سکتے۔ درِّمختار ہمارے پاس موجود ہے البتہ پہلی روایت تو اس میں ہے لیکن یہ دونوں روایتیں تو اس میں ہیں ہی نہیں اتنا جھوٹ؟ غضب خدا کا ایک کو تین کرنا تو نصرانیوں کا کام تھا آپ کو تو اس سے الگ رہنا چاہیئے لیکن دیگ کے شوق میں یہ سب کچھ بےبسی کی حرکتیں ہو رہی ہیں اللہ ہم پر رحم کرے۔ اور پھر اسے بھی فاتحہ اور سوم چہلم سے تو کوئی دور کا تعلق بھی نہیں۔ اور کیوں جناب ماسٹر صاحب! یہ آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کب سے اور کیوں چھوڑی؟ سنو! تمہارے مذہب کی معتبر کتاب مراقی الفلاح کی شرح مطبوعہ مصر صفحہ ۳۶۳ میں ہے قال الامام تکرہ لان اھلہا جیفۃ ولم یصح فیہا شی عندہ عنہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قبر پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ قبر والے سڑ گل گئے اور حضورؐ سے کوئی حدیث اس بارے میں صحیح وارد نہیں" اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ قبرستان اور قبروں کے سامنے قرآن پڑھنا امام صاحب مکروہ جانتے تھے۔ دوسرے یہ کہ جو کام حدیث صحیح سے ثابت نہ ہو وہ مکروہ ہے۔ پھر جو لوگ اس کے برخلاف قبرستان میں قرآن پڑھنے کے قائل ہیں وہ امام صاحب کے مخالف ہیں۔ اور جو تیجے دسویں فلسخے کرتے ہیں، وہ بھی آپ کے مخالف ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں۔ اب

دیکھتے ہیں کہ ماسٹر امام صاحب کی مانتے ہیں یا اپنے پیٹ کی پوجا کرتے ہیں؟
ہاں ماسٹر صاحب یہ یاد رہے کہ فقہار کی وارد کی ہوئی حدیثوں کا کوئی اعتبار
نہیں۔ سنئے! آپ کے مذہب کے ستون مُلا علی قاری موضوعات کبیر مطبوعہ مصر
ص۵۵ میں لکھتے ہیں لَاعِبْرَةَ بِنَقْلِ النِّهَايَةِ وَلَابَقِيَّةِ شُرَّاحِ الْهِدَايَةِ فَإِنَّهُمْ
لَيْسُوا مُحَدِّثِيْنَ۔ یعنی ان فقہا کا نقل حدیث میں کوئی اعتبار نہیں کیونکہ
یہ محدّث نہیں ہیں ؎

قدرِ جوہر شاہ بداند یا بداند جوہری ٭ قدرِ گل بلبل بداند یا بداند عنبری

آپ نے دی ہے حضرت ابراہیم کے تیجا ہونے کی۔

چودھویں دلیل

ہم خدا کو گواہ کرتے ہیں کہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے
تو ہم آج ہی توبہ کرلیں گے۔ خدا سے ڈرو اور چند ٹکوں اور چند ٹکڑوں کی خاطر
ایمان فروشی نہ کرو۔

اوزجندی کے حوالہ سے یہ روایت تیجے اور فاتحہ کے ثبوت میں اس رسالے
میں درج کی گئی ہے۔ ہم اس بارے میں حنفی مذہب کے علمار کی تحقیق درج کر دیتے
ہیں اور خدائے تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے بندوں کو بدعتوں سے
بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی کے ص۱۳۵
میں ہے۔ استفتا:۔ در کتاب اوزجندی کہ از مُلا علی قاری ست روایت

است قَالَ کَانَ الْیَوْمُ الثَّالِثُ عَنْ وَفَاتِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ اَبُوْ ذَرٍّ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَہٗ تَمْرَۃٌ یَابِسَۃٌ وَلَبَنُ النَّاقَۃِ وَخُبْزُ الشَّعِیْرِ فَوَضَعَہَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْفَاتِحَۃَ مَرَّۃً وَسُوْرَۃَ الْاِخْلَاصِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَقَرَأَ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَنْتَ لَہَا وَھُوَ لَہَا اَھْلٌ فَرَفَعَ یَدَیْہِ وَمَسَحَ وَجْہَہٗ فَاَمَرَ بِاَبِیْ ذَرٍّ اَنْ تَقْسِمَہَا وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَوَابُ ھٰذَا الْاَطْعِمَۃِ لِابْنِیْ اِبْرَاهِیْمَ فَقَطْ ۔ ترجمہ کتاب اوزجندی جو تصنیف ملا علی قاریؒ سے ہے روایت ہے کہا تھا دن تیسرا وفات حضرت ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ آئے حضرت ابوذرؓ صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں اور دودھ اونٹنی کا اور روٹی جو کی لے کر۔ پس رکھا اس کو پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تو پڑھی نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ قل ھو اللہ احد اور پڑھا درود شریف پس اٹھائے ہاتھ اور منہ پر پھیرا ہاتھوں کو پس فرمایا واسطے ابوذرؓ کے کہ اس کو تقسیم کر دے اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثواب اس کھانے کا واسطے بیٹے میرے ابراہیم کے ہے (یہ ترجمہ بھی اسی کتاب کے اسی صفحہ کے حاشیہ پر ہے) صحت نام کتاب اور روایت کی اس میں ہے یا نہیں یا اور کسی کتاب میں ہے؟

جواب ھوالمصوب :- نہ کتاب اوزجندی از تصانیف ملّا علی قاری است و نہ روایت مذکور صحیح و معتبر است بلکہ موضوع است و باطل برآں اعتماد نشاید در کتبِ حدیث نشانے از ہمچو روایت یافتہ نمی شود (یعنی اولاً تو یہی غلط ہے کہ کتاب اوزجندی ملا علی قاری کی تصنیف ہو۔ ثانیاً یہ روایت بھی صحیح اور معتبر نہیں ہے بلکہ موضوع اور باطل ہے اس پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ اس جیسی روایتوں کا نام و نشان بھی حدیث کی کتابوں میں نہیں پایا جاتا)

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (ابوالحسنات محمد عبدالحی)

الجواب یہ حدیث وضعی ہے اور بنانے والا اس کا کاذب اور مفتری ہے اور اوزجندی کوئی کتاب ملا علی قاری کی تصنیف سے نہیں ہے انتہی۔

محمد صدرالدین ۱۲ بہادر صدر در دہلوی	فقیر خواجہ ۱۲۶۱ ضیاء الدین دہلوی	۱۲۷۳ محمد قطب الدین شاگرد مولانا اسحٰق دہلوی مؤلف مظاہر حق شرح مشکوٰۃ	۱۲۶۷ محمد بشیر وزیر برآمد قنوجی	سید محبوب علی جعفری دہلوی
اللہ بس اللہ ۱۲۶۵ حسبنا دہلوی حفیظ	سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی	ز شرف سید کونین شد شریف حسین ۱۲۹۳		نوازش علی ۱۲۶۰
ہو الخالق الخبیر دہلوی	۱۲۸۹ محمد غلام اکبر خان محمدی دہلوی	رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶۵ دہلوی	محمد تقی خاں دہلوی	۱۲۶۷ محمد عبدالرب دہلوی
اللہ محمد عبد دہلوی	سید احمد حسین ۱۲۸۹ دہلوی	ابوالحسن دہلوی ۱۲۸۹	محمد عبدالحکیم دہلوی	محمد منظور ... یوسفی دہلوی ۱۲۸۳

سید رحمت علی خاں
نی
عدالت العالیہ سلطانی
مفتی
سراج العلماء ضیاء الفقہاء
بمفتی بادشاہی

عبدہ محمد یوسف
دہلوی

منصور علیخاں ابن احمد حسن خاں
دہلوی

مواہیر علمائے پانی پت

مواہیر علمائے مقیم دوجانہ

محمد عبدالرحمن

رحیم است بخشندۂ عاصیاں
۱۲۹۰

۱۲۹۳
محمد عبدالرحیم

۱۲۸۳
محمد امام الدین محمدی

مواہیر علمائے مراد آباد

محدث امروہوی
محمد عالم علی
شاگرد مولوی محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی

محمد قاسم علی
صاحبزادہ مولوی عالم علی صاحب

۱۲۹۱
محمد رمضان نقشبندی

رحمت علی

محمد نور عفی عنہ

الجواب صحیح ۔ اور واضح اس کا ملعون ہے کہ فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام پر تہمت کرتا ہے۔ فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد

اسی کتاب یعنی فتاوی رشیدیہ جلد اول کے صفحہ ۱۳۷ پر ہے:

استفتا:- ہم نے ہدیۃ الحرمین میں دیکھا ہے کہ حضرتؐ نے اپنے بیٹے ابراہیم سیوم و دسواں و بیسواں و چہلم وغیرہ میں چھوارے پر فاتحہ دیا اور اصحابوں کو کھلایا۔ پس فی زمانا لوگ پھول پان وغیرہ کرنے سے چہلم و سویم دسویں بیسویں

میں مانع ہوتے ہیں کیسا ہے ؟

جواب ہوالمصوب ۔ یہ قصہ جو ہدیۃ الحرمین میں لکھا ہے محض غلط ہے کتب معتبرہ میں اس کا نشان نہیں ۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

مندرجہ بالا مضمون کو پھر دیکھ جائیے حنفی مذہب کے چوٹی کے مشہور تینتیس[۳۳] علماء کی تحریری شہادت موجود ہے کہ اور جندی کتاب بھی نامعتبر، یہ روایت بھی من گھڑت اور یہ سب امور خود تراشیدہ ہیں ۔ فالحمد للہ ۔ ذرا تو غور کیجئے کچھ تو تحقیق سے کام لیجئے ۔ یا ہماری اس تحریر کو ہی غور سے پڑھ کر اپنی اصلاح کیجئے ۔ ؎

زیر دیوار ذرا جھانک کے تم دیکھو تو لو ؛ ناتواں کرتے ہیں دل تھام کے آہیں کیونکر

تمہیں قیس و فرہاد کی داستاں یہ ؛ سنو دل لگا کر نصیحت ہماری

ظاہری قباحت

مسلمان دوستو! کبھی آپ نے ان رسموں کی خرابی اور ظاہری نقصان پر بھی نگاہ ڈالی ۔ آہ! کیسا دل کھرچنے والا سین ہوتا ہے کہ ایک مسکین مسلمان کے گھر میت ہوئی ہے ۔ گھر والوں کے دل اُکھڑے ہوئے ہیں ۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ انھیں حاضری کی روٹی کی اور اس کی دعوت پہنچانے کی فکر ہے خیال ہے کہ ایسا نہ ہو کوئی رہ جائے اور شکایت کا

موقع ملے ۔ ایک مسکین مسلمان مرا ہے ۔ جس کے چھوٹے چھوٹے بچے
ہیں، جو اب یتیمی کے ایام بسر کرنے کے لئے رہ گئے ہیں ۔ جس کی ایک بڑھیا
بیوی ہے جو دکھ سہنے اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اپنی دکھیا زندگی کے دن پورے
کرنے کو بچ رہی ہے ۔ مرنے والے کا کچھ گھر کا اسباب ہے ایک چھوٹا سا
جھونپڑا ہے ۔ سو پچاس نقد چھوڑ مرا ہے ۔ حاضری کی روٹی جمعرات چاندرات
کے فاتحے میں ہی یہ نقد رقم تو برابر ہو گئی ۔ تیجے کے لئے برادری کے چودھری
تیاریاں کرنے لگے ۔ مُلا صاحب نے روایتیں سنانی شروع کیں ۔ بڑھیا
کو دبایا یتیم تو بے زبان ہیں ہی گھر کا سامان اسباب بچا کھچا جو کچھ تھا برابر
کیا ۔ آہ ! مالدار بڑے بڑے ذی عزت لوگ ان یتیموں کا مالِ ناحق کھانے
کو آبیٹھے ۔ خوب گلچھرے اڑائے چلدیئے، مُلاجی نے کھایا حصّہ لیا
اور واپس لوٹے ۔ ان یتیم بچوں کے پر پہلے ہی نوچ لئے گئے تھے آج پیر
توڑ دیئے گئے ۔ کچھ ہی دن گذرے ہوں گے چالیسویں کی تیاریاں شروع
ہوئیں ۔ آج کا دن وہ دن ہے جو ان یتیم بچوں کے ہاتھ میں بھیک کا کٹورا
دے دیا جائے گا ۔ جو اس دکھیا رانڈ کو بے شرم بنا کر بھیک مانگنے کے لئے اور
اپنی باقی زندگی کو کسی کے ٹکڑوں پر گذارنے کے لئے چھوڑ جائے گا ۔ گھر گروی
رکھا گیا ۔ چالیسواں دھوم سے ہوا ۔ سیٹھ ساہوکار ۔ شیخ جی، حاجی جی، حافظ جی
مولوی جی مُلاجی آس پاس کے دور دراز کے جمع ہو گئے ۔ خوب مزے کی

تقریب ہوئی۔ یتیموں کا مال ان سب پیٹ بھروں نے کھایا اور مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔ کوئی ان سے پوچھے تو سہی کہ اوّلاً تو خداواسطے کی چیز میں آپ مالداروں کا حق کیا؟ دوسرے یتیموں کا مال آپ نے کھایا، کھانا نہیں کھایا بلکہ دوزخ کے انگارے جمع کئے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا وَّسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝ "جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ میں وہ عنقریب جائیں گے"۔ آپ کا جب کوئی حق نہ تھا اور آپ نے اُن یتیموں کا مال کھایا، یہی ظلماً کھانا ہے۔ الغرض مکان کسی بنئے کے پاس سود میں رہا۔ سود کا گناہ الگ چڑھتا رہا۔ اب بھلا یہ بچے کیا چھڑائیں گے اگر زمانے کی سخت ہوائیں جھیل گئے اور بے شرمی کی زندگی نے ساتھ نہ چھوڑا تو مونچھوں کے ڈورے پھوٹتے ہی بنئے کا نوٹس پہنچا۔ گھبراتے ہوئے حساب کرنے کو نکلے تو سود در سود جوڑ جاڑ کر بنئے نے پانچ سو کے پانچ ہزار انبار کیے ہیں۔ مکان کو انکوایا تو کوئی دو ڈھائی ہزار سے بڑھتی دینے والا نہیں بنئے کے قدموں میں گرے دو چار کو سفارش میں لے گئے۔ آخر یہ طے ہوا کہ مکان لالہ صاحب کے نام کر دیا جائے اور چپ خاموش ہو کر تیجے دسویں کھانے والوں کی جانوں کو دعا کر کے بیٹھ رہیں۔ اور اگر لالہ اور تن گئے

تو مکان کا مکان ہتھیا لیا اور قرض کا قرض باقی رہا۔ یتیم بچے بالغ نہیں ہونے پاتے تھے جو اُن کی روح سکھادی گئی اور ٹینٹوا دبادیا گیا۔ مسلمانو سوچو للہ سوچو۔ ہم تمہیں خطرناک مصیبتوں سے بچانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم تمہیں تمہارا عبرت ناک انجام دکھا رہے ہیں۔ مذہب کے نام پر دلوانے نہ بنو۔ دین کی باتوں کو سوچو۔ باجے بجا کر افلاس کو نہ بلاؤ۔ دعوت کھلا کھلا کر فقیری کو سر پہ نہ چڑھاؤ۔ ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر خدا کے عذابوں کے سامنے نہ آؤ۔ خود غرض مولویوں اور پیشو ملّانوں سے بچو۔ خدا کی، اس کے رسول ؐ کی مانو۔ خیر خواہ اور بد خواہ میں فرق کرنا سیکھو۔ ہمارے پیغام پر غور کرو ؎

ما قصہ نوشتیم بہ سلطاں کہ رساند؟ جاں سوختہ کردیم بہ جاناں کہ رساند؟

خاتمہ

میں نے ماسٹر صاحب جودھپوری کی وارد کردہ تمام دلائل پر تبصرہ کرکے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان میں سے ایک بھی دراصل دلیل نہیں۔ نیز قرآن حدیث اقوال ائمہ وغیرہ سے اور خصوصاً کتب فقہ احناف سے بدعات میت کی بخوبی تردید کی ہے۔ دینی اور دنیوی نقصانات اس کے ناظرین پر واضح کر دیئے ہیں اور پوری تفصیل سے اس بحث کو اس حد تک پہنچا

دیا ہے کہ طالب حق کسی الجھن میں نہ رہے۔ اب میں سپردِ خدا کر کے اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کے قبول کرنے کی جرأت اور اس پر عمل کرنے کی ہدایت بخشے اور خدا کرے ہمارے بھائی اس سے نصیحت حاصل کریں

اس کا شیدا ہوں کہ جس کو نہ خبر تک پہنچے ؛ معجزہ ہو جو میری آہ اثر تک پہنچے

تتمہ

مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے اور جانشیں تھے۔ جن کو جملہ احنافِ ہند اپنا پیشوا سمجھتے ہیں۔ اور فی الواقع ان کے علم و فضل میں شبہ بھی نہیں۔ آپ نے چالیس سوالات کے جواب میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُس میں سے ان امور کے متعلق جو ہمارے رسالے سے تعلق رکھتے ہیں . . . . . جو کچھ مولانا نے لکھا ہے نقل کردوں۔ کیا عجب کہ حق جل شانہٗ اسی سے ہمارے بھائیوں کو ہدایت دے۔ خیال رہے کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس میں فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں کے بہت سے حوالے بھی دیئے ہیں اور خود بھی حنفی ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے رسالہ رفاہ المسلمین مطبوعہ مطبع جوہر ہند دہلی کے صفحہ ۵۵ پر لکھتے ہیں "تیسرے دن

حافظوں اور قاریوں کو تمام کلام اللہ یا کوئی سورت پڑھوانے کو جمع کرنا مکروہ ہے۔ نصاب الاحتساب میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کا بلند آواز سے جماعت کے ساتھ پڑھنا جس کو سیپارہ خوانی کہتے ہیں مکروہ ہے ..... اور تیجہ اور دسواں وغیرہ مقرر کرنا اور ان دنوں میں کھانا پکانا اور قرآن پڑھ کر اہل میت سے دعوت لینا مکروہ ہے۔ فتاویٰ بزاریہ میں لکھا ہے کہ پہلے اور تیسرے دن یا ہفتے کے بعد کھانا تیار کرنا اور موسم کے دنوں میں قبر کے پاس کھانا یا شیرینی لے جانا اور قرآن پڑھ کر دعوت لینا اور صالحوں اور قاریوں کو تمام کلام اللہ یا سورۂ انعام یا سورۂ اخلاص پڑھوانے کو جمع کرنا مکروہ ہے اور اہلِ مصیبت سے ضیافت لینا ہی مکروہ ہے اس لئے کہ ضیافت لینا شادی میں چاہیئے غمی میں نہیں چاہیئے کہ بدعت قبیحہ ہے۔ اسی طرح مستملی شرح منیۃ المصلی اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اہلِ مصیبت سے ضیافت لینا بدعت قبیحہ ہے کیونکہ یہ بات شادیوں میں مشروع ہے نہ کہ ماتموں میں، اور نوادر الفتاویٰ میں آیا ہے کہ جو کھانا مُردے کے تیسرے دن یا ساتویں دن یا چہلم کو یا برسی کو تیار کریں وہ کھانا علماء اور فضلاء کو کھانا مکروہ ہے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مُردے کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے اور مریض کا کھانا دل کو مریض کرتا ہے اور نوادر الشام میں لکھا ہے کہ جو کھانا مُردوں کی روح کے واسطے تیار کیا ہو اس کا قبول کرنا مکروہ ہے اور یہی مضمون فتاویٰ

قراحانی میں بلکہ سب معتبر فتاووں میں غرب سے شرق تک مندرج اور مملو ہے .....

یہ جو اس ملک میں بدرسم ہے کہ طعام وغیرہ سامنے رکھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر سورۃ فاتحہ وغیرہ بطور رواج اس دیار کے پڑھتے ہیں سو یہ طریق اور دستور علمائے سلف سے منقول نہیں بلکہ حرمین شریفین میں آج تک کوئی اہلِ فضل وکمال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد شریف سے اب تک اسی دیارِ پر انوار پر رہتے آتے ہیں طعام یا شیرینی پر کھا چکنے سے پہلے اس فاتحہ مروجہ مذکورہ کے طریق سے واقف بھی نہیں۔ اس ملک ہندوستان میں رواج ہے کہ جب کبھی کسی بزرگ یا کسی اور میت کے واسطے کھانا یا شیرینی وغیرہ کا ثواب پہنچانا منظور ہوتا ہے تو پہلے اکثر امیروں اور اپنی برادری کے لوگوں کو بلا کر وہ کھانا اور شیرینی وغیرہ ان کے روبرو رکھ دیتے ہیں پھر گھڑی دو گھڑی تک یا کم وبیش اس کھانے اور شیرینی پر فاتحہ مصطلحہ مروّجہ اس ملک کی پڑھتے ہیں بعد اس کے وہ کھانا وغیرہ اُن لوگوں کو کھلاتے ہیں یعنی جب تک کہ فاتحہ مذکورہ بتمامہا عمل میں نہ آئے اس وقت تک وہ کھانا اور شیرینی وغیرہ کسی کو دینا اور کھلانا اس میں کسی طور پر تصرف کرنا روا نہیں جانتے اور یہ بات اور عادت اوپر کی حدیثوں اور روایتوں کے صریح خلاف ہے" آگے اور بھی اسی کے متعلق اسی طرح بہت کچھ لکھا ہے امید کہ مسلمان اس بدعت واسراف اور خلاف شرع رسم ورواج سے بچیں گے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ٥

محمد بن ابراہیم میمن

يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ

اے عالمو! دین خدا میں غلو اور زیادتی نہ کرو اور خدائے تعالیٰ کے ذمہ سوائے حق بات کے اور کچھ نہ کہو۔

سلام محمدی

رسالہ "صلوٰۃ وسلام" مؤلفہ صوفی ابوالخیر احمد علی صاحب دکنی کا

بہترین اور محقق جواب

مصنفہ

خطیب الہند علامہ محمد بن ابراہیم میمن محدث جوناگڈھی

ناشر

مولانا ثناء اللہ امرتسری اکیڈمی، ۴۴۳۳ نئی سڑک دلی ۶

بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَمَّا بَعْدُ

وجہِ تصنیف

مشیر آباد حیدر آباد دکن کی مسجد کلاں کے نونامور پیش امام صاحب مولوی نظام الدین صاحب نے بعد از نماز صبح فاتحہ مروجہ پڑھنا اور بعد نماز مغرب گوشۂ شمال و مغرب کی جانب مؤدب ایستادہ ہو کر صلوٰۃ و سلام اختراع بصیغۂ حاضر پڑھنا شروع کیا۔ تو میں نے مولوی صاحب سے اس چیز کا تحریری ثبوت طلب کیا میرا یہ سوال بعض احباب نے مولوی حسام الدین صاحب کے سامنے بھی پیش کیا۔ مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ دونوں حضرات نے میرے سوال کا تحریری جواب دینے سے صاف انکار کیا میں نہیں سمجھ سکتا کہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کا مطلب ان حضرات کے نزدیک کیا ہوگا جس میں فرمان عالیشان ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۔ یعنی ہماری اتاری ہوئی دلیلیں اور ہدایتیں جو ہماری کتاب میں ہیں انھیں جو لوگ چھپا لیتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان کی بھی جو لعنت بھیجنے والے ہیں " چونکہ اس خصوصی طریقہ صلوٰۃ و سلام پر پیش امام صاحب کے ہاتھ میں ایک رسالہ بنام صلوٰۃ و سلام ہے اور وہ رسالہ مجھے بھی پہونچایا گیا

ہے۔ لہٰذا میں نے وہ رسالہ محترم مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی کے پاس بھیج دیا۔ مروجہ فاتحہ کی نسبت تو مولانا الکرم کا ایک مفید ترین رسالہ بنام درود محمدی ہماری انجمن میں مطبوعہ موجود ہے جس میں اس مسئلہ کی کوئی شق تشنہ لب نہیں چھوڑی۔ فالحمد للہ۔ رہا یہ نیا طریقہ صلوٰۃ وسلام۔ سو میں حضرت ممدوح کا نہایت شکر گذار ہوں کہ آپ نے اس کا بھی جواب لکھ دیا جو ناظرین کرام کے سامنے پیش ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ

العارض محمد محسن علی معتمد انجمن اہلحدیث مشیر آباد دکن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد و ثنا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط اَحْمَدُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَاُکَبِّرُہٗ تَکْبِیْرًا ط وَاُصَلِّیْ وَاُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَمَّا بَعْدُ

انجمن اہل حدیث مشیر آباد حیدر آباد دکن نے ایک رسالہ بنام صلوٰۃ وسلام بغرض جواب دفتر میں بھیجا۔ اس کا جواب ہدیۂ ناظرین ہے۔

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ لِلسَّدَادِ وَالصَّوَابِ ط وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ ط

بڑھا چڑھا دعویٰ۔ رسالہ صلوٰۃ وسلام کے ٹائیٹل پیج پر یہ فقرہ لکھا ہے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ ہم نہیں سمجھ سکے کہ یہ انانیت کے دعویدار کون بزرگ ہیں؟ ٹائیٹل پیج پر دو نام ہیں اعظم علی صاحب اور احمد علی صاحب، نہ معلوم یہ دعویٰ کن کا ہے؟ کہ "میں علم کا شہر ہوں" خیر ہم تو اسے صوفیت کا ایک نعرۂ مستانہ سمجھتے ہیں خواہ وہ دونوں صاحب کی طرف سے ہو یا ان دونوں میں سے ایک کی طرف سے۔ ہاں اگر اس سے اشارہ کسی روایت کی طرف ہے تو ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ وہ

روایت جس کا یہ جملہ ہے یہ سند صحیح ثابت نہیں اور نہ اس سے صاحب رسالہ کے مقصد پر کوئی روشنی پڑتی ہے نہ یہ اُن کی کوئی دلیل ہے ۔

اختراعی طریقہ ۔ صاحب رسالہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ انھوں نے اپنے والد صاحب کو ایک خاص قسم کا جدید صلوٰۃ وسلام ایک عجیب وغریب جدید طریقے سے پڑھتے دیکھا ہے ۔ وہی اور لوگ بھی اسی طریقہ سے پڑھیں اس کا طریقہ وہ اسی اپنی کتاب کے صہ۶ پر یہ لکھتے ہیں :

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ شریف کے جانب یعنی عراق کی طرف نہایت ادب وتعظیم کمال خشوع وخضوع، غایت انکسار وافتقار سے متوجہ ہو کر کھڑا رہے داہنہ ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھے ۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک اپنے خیال میں متمثل کرے یہ سمجھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو پہچانتے ہیں میرے حضور وقیام ۔ صلوٰۃ وسلام کو سن رہے ہیں ۔ بلکہ میرے تمام اعمال واحوال کو بخوبی جانتے ہیں میرے روبرو کمالِ عظمت وجلالت غایت شرف رفعت سے تشریف فرما رونق افزا یعنی بیٹھے ہیں ! اور بحضور قلب کثرت گناہوں پر نادم ہو کر نہایت شرم وحیا دبی آواز سے اس طرح عرض کرے الخ پھر صہ۷ پر فاتحہ کی ترکیب لکھی ہے پھر چہرے پر ہاتھ پھیر لینے کا حکم دیا ہے ۔

جواب ۔ اس کی بابت گذارش ہے کہ آپ حنفی مذہب کے پابند ہیں لہٰذا مہربانی فرما کر یہ بتلایئے کہ فقہ کی کونسی معتبر کتاب میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ

صلوٰۃ وسلام اس ترکیب سے مروی ہے؟ اگر آپ نہ بتلا سکیں اور ہرگز نہیں بتلا سکتے تو اس بدعت وشرک سے جو نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ خود امام صاحبؒ کے فرمان میں ہے توبہ کیجئے، اگر یہ نہ کریں تو تقلید سے اپنی بیزاری کا اعلان کریں۔

جواب ۲ ۔ آپ نے اپنے والد صاحب کی نسبت ص۱ پر تحریر فرمایا ہے کہ جن کے ہر فعل سے کتاب وسنت مترشح ہے" لہٰذا جناب سے التماس ہے کہ براہِ مہربانی کتاب اللہ کی وہ آیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ سنت وحدیث بھی بتلا دیجئے، جس سے آپ کی یہ بدعت مترشح ہوتی ہو۔

جواب ۳ تقلید کا ہیر پھیر۔ عادتِ تقلید نے اگلوں سے کہلوا دیا تھا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا۔ ہم وہی کرتے رہیں گے جس پر ہم نے باپ دادوں کو پایا۔ تعجب ہے کہ ٹھیک یہی بات مصنف صاحب بھی فرماتے ہیں ص۲ پر اپنے باپ کے مناقب میں لکھتے ہیں "جن کا ہر قول قابلِ اتباع وتقلید ہے۔ خوب! تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع تقریباً چار سو برس تک رہی اس کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید شروع ہوئی لیکن چودھویں صدی میں اب صوفی ابوالخیر صاحب کے باپ کی تقلید شروع ہونے والی ہے اتباعِ نبویؐ کو تقلیدِ امام کو تقلیدِ والد مؤلف نے منسوخ کیا۔ ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

جواب ۴ تعلیم نبویؐ۔ صلوٰۃ وسلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجنا ہر مسلمان پر فرض ہے خود خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا حکم دیا ہے لیکن

اس کا طریقہ ایک تو آپ کے والد نے بتلایا ہے اور ایک ساری دنیا کے رسول، خدا کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے؟ اب ایمان سے فرمائیے کہ ہم آپ کے باپ کی مانیں؟ یا خدا کے رسول رسولوں کے سرتاج و سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی مانیں؟ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کَیفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ یعنی حضورؐ آپ پر ہم صلوٰۃ کس طرح بھیجیں؟ صلوٰۃ کی کیفیت کیا ہے؟ تو آپ فرماتے ہیں قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الخ (متفق علیہ) یعنی تم اس طرح کہو اس کے بعد وہی دونوں درود آپ تعلیم فرماتے ہیں۔ جو نماز میں التحیات کے بعد پڑھے جاتے ہیں کیا ہم یقین کریں؟ کہ تونامور پیش امام صاحب اور ان کے مقتدی صاحبان یہ صاف اور صریح بخاری مسلم کی صحیح حدیث دیکھ کر اس بدعت کو بند کر دیں گے؟ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوط تھام لیں گے؟ کہ نماز اور غیر نماز میں اُسی طریقہ پر پڑھیں جو معلّمِ شرع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہے ۔

جواب نمبر ۵ اپیل ۔ درود شریف بیسیوں طرق پر حدیثوں میں آیا ہے لیکن جو طریقہ مؤلف صاحب نے درج فرمایا ہے وہ ہماری نگاہ سے تو اب تک گزرا نہیں اگر مولف صاحب مہربانی فرما کر یہ الفاظ ملفوظاتِ نبوی میں دکھا دیں تو ان کی عین عنایت ۔ ورنہ مصلیان کلاں مسجد مشیر آباد سے خصوصاً اور عام مسلمانوں سے عموماً اپیل ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو لے لیں اور پیش امام صاحب اور ان کے مولف صاحب کی

تعلیم کو چھوڑ دیں ۔

مسلمانو! صوفی صاحب نے تو جس طرح "مقام محمود" اپنے ہاں بنا لیا ہے جس کا ذکر ان کے رسالہ کے صفحہ ۸ پر ہے اسی طرح یہ صلوٰۃ بھی گھڑلی ہے ۔

مسلمانو! کوئی لاکھ اچھا ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھا ہونے سے رہا۔ کوئی لاکھ معلّم ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر معلّم بننے سے رہا۔ پس ہم تو یہی کہیں گے کہ تعلیم نبوی کو لو، اور تعلیم صوفی کو چھوڑو۔ جو خیر و برکت، نورانیت اور راحت جو نور اور سرور جو عظمت و عزت الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے، اُسے کسی اور نبی کے الفاظ میں بھی ڈھونڈنا بے سود ہے چہ جائیکہ کسی اُمتی کے ۔ پس آپ درود پڑھیے اور بکثرت پڑھیے لیکن طریقہ اور الفاظ وہی رکھیے جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے ۔

جواب نمبر ۶ فضائل درود ۔ صلوٰۃ و سلام کے فضائل بکثرت ہیں ایک درود کے بدلے میں دس گناہ معاف ہوتے ہیں دس نیکیاں ملتی ہیں دس درجے بڑھتے ہیں دس مرتبہ خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے، جس قدر زیادہ درود جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیجے گا، اسی قدر جنت میں بلند درجے پائے گا، اسی قدر اس کے غم اور مشکلات کا حل ہوگا اُسی قدر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ملے گا اُسی قدر دعائیں قبول ہوں گی ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ لیکن بھائیو! یہ یاد رکھو کہ جس نے یہ فضائل بتلائے ہیں اُسی نے الفاظِ درود اور طریقۂ درود بھی بتلایا ہے ۔ پس اگر ان فضائل

کے حاصل کرنے کی تمنا آپ کو ہے تو صوفی صاحب کے نہیں بلکہ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اور طریقے کو مضبوط تھامو! ٭

جواب ۷ - جہاں تک کسی کا یا کسی کے باپ کا دماغ پہونچا ہے اس سے بہت بلندی پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسائی تھی لیکن آپ نے اس شرکیہ وبدعیہ طریقے کی تعلیم نہیں دی۔ پس کیا دین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناقص مان کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کو ناکافی سمجھ کر چودھویں صدی کے کسی نام کے صوفی کی تعلیم پر تم عامل بنو گے ؟ مسلمانو! تعلیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہے اور وہی پاک اور بابرکت ہے نماز بہترین چیز ہے لیکن اس کی ایک رکعت میں تین سجدے کرنا نماز کو غارت کرنا ہے، اس کے دو فرضوں کے بجائے تین پڑھنا ملعون بننا ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ وسلام بہترین چیز ہے لیکن طریقۂ نبوی سے گریز کرنا حرام ہے ٭

جواب ۸ عراق اور مدینہ شریف

مدینہ شریف سے عراق مشرق جانب ہے اور یہاں ہندوستان سے حرم مکہ شریف مغرب جانب ہے۔ لیکن یہ جغرافیائی حیثیت بالکل بعید از قیاس ہے جو صوفی صاحب نے لکھی ہے کہ "روضہ شریف کی جانب یعنی عراق کی طرف" پس ہمیں کہنے دیجئے کہ کعبہ کو جا رہے ہیں لیکن قدم بڑھ رہے ہیں ترکستان کی طرف۔ عراق میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہے، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ

میں ہے بلکہ عراق میں کربلائے معلّٰی اور نجف اشرف میں ہیں لہٰذا اس طرح سنی مسلمانوں کو رافضی بنایا جارہا ہے۔

جواب نمبر ۹ تعلیم شرک ۔ رب العالمین نے فرمایا ہے قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ صرف اللہ ہی کے لئے باادب کھڑے رہو یعنی نہایت ادب و تعظیم کمال خشوع و خضوع غایت انکساری و افتقار سے متوجہ ہو کر جس کے سامنے قیام کیا جائے وہ ذات باری تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن پیش امام صاحب فعلاً اور صوفی ابوالخیر صاحب قولاً اسی قیام کو خدا کے سوا دوسروں کے لئے کر رہے ہیں بلکہ کرا بھی رہے ہیں کیا یہ شرک صریح نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی زندگی ہی میں اپنے لئے قیام کرنے سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو منع فرمادیا تھا اس ممانعت کے بعد صحابہ آپ کو دیکھ کر قیام نہیں کرتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ اس فعل سے آپ ناخوش ہوتے تھے، ایک دفعہ آپ بیٹھے تھے اور صحابہ کرام کھڑے تھے، تو آپ نے فرمایا کیا تم بھی عجمیوں کی طرح بن گئے؟ لیکن شان خدا ہے ابھی زیادہ زمانہ نہیں گذرا کہ تعلیم نبوی صلعم کو ہٹانے اور اس تعلیم کے خلاف تعلیم پھیلانے والے بھی پیدا ہو گئے۔ پس اس طرح کا قیام غیر اللہ کے لئے کرنا شرک ہے۔[عہ]

جواب نمبر ۱۰ ۔ صوفی صاحب نے لکھا ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھے ٹھیک اسی طرح ہاتھ باندھ کر سارے حنفیہ خدا کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔

عہ قیام کی پوری بحث مصنف صاحب کے رسالہ میلاد محمدی میں ملاحظہ فرمائی جائے ۱۲۔ محمد

پس یہ بھی شرک ہے۔ جو عبادت خدا کے لئے ہے وہ دوسرے کے لئے کرنا اسی کا نام شرک ہے اب وہ دوسرا خواہ کوئی بھی ہو، کوئی پیر شہید ہو مرشد فقیر ہو، ولی نبی ہو عبادت کے لائق اللہ کے سوا کوئی نہیں، پڑھو کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

جواب نمبر ۱۱ نماز عراق آہ! اس سے بڑھ کر کفر کیا ہوگا کہ ابھی ابھی ایک شخص خدا کی نماز سے فارغ ہوا اور ابھی ابھی دوسرے کی نماز شروع کی؟ ابھی قبلہ کی طرف تھا ابھی عراق کی طرف ہوگیا؟ مسلمانو! کیا تمہارے دو قبلے ہیں؟ مسلمانو! کیا تمہارے دو خدا ہیں؟ ایک خدا کی نماز ایک سمت یعنی جانب قبلہ منہ کرکے تم نے پڑھی اور پڑھ لی، اب دوسرے خدا کی دوسرے قبلے یعنی عراق کی طرف متوجہ ہوکر نماز پڑھنی کیسے شروع کردی؟ خدائے تعالیٰ فرمائے حَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ تم جہاں کہیں بھی ہوؤ، اپنا منہ کعبہ کی طرف کرو لیکن تم اپنا منہ عراق کی طرف کرتے ہو؟ کیا کعبہ سے اور کعبہ والے سے پھر گئے؟ ؎

جواب نمبر ۱۲ مسجد مسلمانو! یہ ہے خدا کی کتاب جو حکم کرتی ہے اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا۔ مسجدیں (عبادت) خدا کی جگہ ہیں یہاں خدا کو (پکارو) اس کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو؛ لیکن تم نے دھڑلے سے خدائی فرمان کی مخالفت کی، اور خدا کے ساتھ خدا کے بندوں کو پکارنا شروع کیا۔ توبہ کرو اور اس سے باز آجاؤ ؎

جواب نمبر ۱۳ خالق و مخلوق کا فرق مسلمانو! آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ خدا میں

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا فرق ہے؟ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں کھڑے جناب باری میں عرض گذار ہیں جس میں اپنی نسبت فرماتے ہیں۔

وَاَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِیْ اَسْاَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْکِیْنِ وَاَبْتَهِلُ اِلَیْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَیْنَاهُ وَنَحِلَ لَكَ جَسَدُهٗ وَرَغِمَ لَكَ اَنْفُهٗ (رواہ الطبرانی)

الٰہی میں دردمند فقیر فریادی خواہان پناہ ہوں۔ خدایا میں تجھ سے ڈرنے دبنے والا اور اپنی خطاؤں کا اقراری اور معترف ہوں۔ پروردگار میں تیرے در کا ایسا ہی سوالی ہوں جیسے مسکین سوالی ہوا کرتے ہیں۔ اور میں گنہگاروں ذلیلوں کی طرح تیرے سامنے عاجزی کرتا ہوں۔ اور اس خوف زدہ حاجتمند کی طرح تجھ سے دعائیں کر رہا ہوں جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہے، جس کی آنکھیں تیرے ڈر سے آنسو بہا رہی ہیں، جس کا جسم تیرے خوف سے نحیف وزار ہو رہا ہے۔ جس کی ناک تیرے سامنے خاک آلود ہے الخ۔

جواب نمبر ۱۴ ۔ ہاں ہاں مسلمانو! خالق ومخلوق، مالک ومملوک میں فرق کرو سنو! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عاجزی کا دربار خدا میں اس طرح اظہار کرتے ہیں

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ (رواہ رزین) الٰہی میں تیرا غلام ہوں الٰہی میرے باپ دادا تیرے غلام ہیں میری مائیں نانیاں دادیاں تیری لونڈیاں

ہیں میری پیشانی کے بال تیرے ہاتھ میں ہیں مجھ پر تیرے احکام جاری ہیں۔
میرے بارے میں تیرے تمام فیصلے سراسر عدل و انصاف ہیں؟ پس مسلمانو!
خدا اور بندے کا فرق نگاہ رکھو۔

جواب نمبر ۱۵ ۔ کیا تم نے نہیں سنا؟ یسئلہ من فی السموٰت والارض۔
یعنی آسمانوں اور زمینوں والے سب خدا کے در کے سوالی ہیں کیا تم نے قرآن
کریم میں نہیں پڑھا۔

جواب نمبر ۱۶ شانِ خدا؟ اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا
اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۔ آسمانوں اور زمین والے سب کے سب رحمن (خدا)
کے سامنے غلامی کی حیثیت میں پیش ہونے والے ہیں کیا یہ آیت قرآن میں
نہیں؟ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ۔ لوگو! تم سب خدا کے
فقیر ہو، پھر افسوس کہ آج تم نے آقا و غلام کا فرق ہٹا کر رب کی کرسی پر اس کے مربوب کو بٹھا دیا۔

جواب نمبر ۱۷ شانِ خداوندی ۔ یہ عقیدہ جو تمہارے صوفی صاحب تمہیں
سکھا رہے ہیں کہ "میرے حضور و قیام صلوٰۃ و سلام کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم)
سن رہے ہیں بلکہ میرے تمام اعمال و احوال کو بخوبی جانتے ہیں میرے روبرو کمالِ
عظمت و جلالت غایت و شرف اور رفعت سے تشریف فرما رونق افزا (یعنی بیٹھے ہیں)
یہ عقیدہ بھی شرک کا عقیدہ ہے اور بلاشک و شبہ اس عقیدہ کا انسان مشرک ہے
سوائے خدائے تعالیٰ کے نہ تو کوئی ہر جگہ حاضر ناظر ہے نہ ہر دور و نزدیک کی آواز کو

سُن سکتا ہے۔ یہ ہے کلام خدا جو فرماتا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؛ اِنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ ؛ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؛ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؛ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؛

یعنی تمہارے ساتھ ہر جگہ ہر وقت صرف اللہ ہی ہے۔ وہ انسان کے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔ وہ ہر جگہ کی ہر شخص کی ہر آواز سنتا ہے۔ وہی ہے جو ہر چھپے کھلے کا عالم۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اوصاف خداوندی ہیں۔ اب فرمان ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس جیسا کوئی نہیں۔ پس حرام ہے شرک ہے۔ کہ خداوند کے سوا کسی اور میں یہ اوصاف مانے جائیں ؛

جواب ۱۹۱۔ درود پہونچایا جانا۔ خاص درود شریف کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُهٗ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) یعنی جو شخص دور دراز سے مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھے (خدا کی طرف سے) پہونچا دیا جاتا ہے نہ کہ خود آپ سنتے ہوں اور حدیث میں ہے اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ ... (رواہ النسائی والدارمی) یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور میری امت میں سے جو کوئی مجھ پر درود و سلام بھیجتا ہے وہ فرشتے مجھے پہونچا دیتے ہیں۔ پس ان حدیثوں کے خلاف عقیدہ رکھ کر خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مخالف نہ بنئے ؛

جواب نمبر ۱۹ ۔ نماز اور درود کا فرق ۔ مسلمانو! حبیبِ خدا شافع روزِ جزا افضل الخلائق سیّد البشر آنحضرت محمد مصطفیٰ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ پر درود و سلام پڑھنا ہمارا فرض ہے لیکن آپ کی نماز پڑھنا ہم پر حرام ہے ۔ درود میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا ہوتی ہے لیکن نماز عبادت ہے ۔ اگر خدا کے لئے پڑھی گئی تو خدا کی عبادت ہوئی ، عبادتوں کے لائق فقط خدائے واحد ہے ۔ مؤلف صاحب صوفی ابوالخیر اس کتاب میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا نہیں سکھا رہے بلکہ وہ تو آپ کو خدا کے بعد خدا کی عبادت نماز کے ساتھ خدا کے بندوں کی عبادت اور نماز سکھا رہے ہیں پس آپ سمجھ لیجئے کہ اس کے کفر و شرک ہونے میں کیا شک رہ گیا؟ ۞

جواب نمبر ۲۰ فرق مراتب ۔ مردود ہے وہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھے ۔ بدنصیب ہے وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے میں غفلت کرے ۔ جنت سے دور ہے وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام اور درود شریف بھیجنے سے محروم ہے ۔ کافر ہے وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرے ۔ بے ایمان ہے وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی صحیح اور اچھی توقیر نہ کرے ۔ غیر مسلم ہے وہ جو آپؐ کی محبت سے اپنے دل کو معمور نہ رکھے ۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کافر ہے وہ جو خدا کے اوصاف مخلوق میں مانے ۔ مشرک ہے وہ جو خدا کی عبادت مخلوق کے لئے بجا لائے ۔ بس یاد رہے ۔ ع گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

۲۱ الغرض ہر نمازِ خدا کے بعد نمازِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا جو صاحب رسالہ
مذکور میں سکھا رہے ہیں۔ یہ تعلیم، تعلیم اسلام کے یکسر منافی اور متضاد ہے آعَاذَنَا اللّٰہُ
مِنْهَا۔ اور جو اغلاط و زلات اس رسالے میں ہیں ان سے سردست چشم پوشی کی جاتی
ہے، یہ چند سطریں مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے لکھ دی ہیں۔ خدا کرے حضرت مؤلف
و مروج صاحب پر بھی قرآن و حدیث اثر کرے۔ آمین۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
رَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ہ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ
اِلَّا بِنِعْمَتِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ہ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا اِلٰی سَوَاءِ الطَّرِیْقِ ہ
وَجَنِّبْنَا عَنِ الشُّرُوْرِ وَالسَّیِّئَاتِ ہ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔

حررہ العاجز محمد بن ابراہیم میمن

قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْہِ تَسْتَفْتِیَانِ

تم دونوں فرقوں کے درمیان صحیح فیصلہ کر دیا گیا ہے

فیصلہ محمدی

جس میں شدّوں پنجوں، علم، نشان اور نذر نیاز غیر اللہ کا شرک ممنوع ہونا اور جنازے اور قبروں پر پھول ڈالنا خلاف شرع ہونا بادلائل ثابت کیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث اور حنفی مذہب سے ساتھ ہی جو لوگ اسے جائز کہتے ہیں ان کی تمام دلیلوں کے پورے پورے لاجواب کئی کئی جواب دیئے گئے ہیں۔

مُرتّبہ

خطیب الہند علامہ محمد بن ابراہیم میمن محدّث جوناگڈھی

ناشر

مولانا ثناء اللہ امرتسری اکیڈمی ۳۳۴۴ نئی سڑک دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

شدّے پنجے اوران کی نذرونیاز کا مسئلہ

وجہ تصنیف

وانمباڑی میں آج کل (شوال ۱۳۵۲ھ - ۱۹۳۵ء) اشتہارات چھپ رہے ہیں اور شدے پنجے وغیرہ کے بنانے اوراس رسم کے کرنے کے متعلق ردوکد ہو رہی ہے۔ وہ اشتہارات دفتر میں بھیجے گئے ہیں اوراس مسئلہ کا صاف حل طلب کیا گیا ہے اسی طرح قبر پر پھول وغیرہ ڈالنے کے بارے میں بھی اختلاف ہے اور رد بھی اشتہاری صورت میں رونما ہے ۔ لہٰذا ہم ان دونوں مسئلوں کی نسبت شرعی فیصلہ لکھتے ہیں ۔ امید ہے کہ طرفین اسے غور سے پڑھیں گے اور آپس کے اختلاف کو میٹ کر اتفاق کو جس کی ہمیشہ سے ضرورت تھی اب اور زیادہ ہے خوب مضبوط کریں گے ۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۔

شدول پنجوں کا شرک ہونا

(۱) طرفین پنجوں کے بٹھانے اور رسومات کے ادا کرنے کو گناہ کبیرہ اور حرام کہنے میں متفق ہیں جس پر وہ قابل مبارکباد ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے۔ اب آگے اختلاف اس امر میں ہے کہ آیا یہ رسومات اور پنجوں کا بٹھانا شرک بھی ہے یا نہیں؟ ایک جماعت اسے شرک بتاتی ہے اور دوسری اس سے انکار کرتی ہے لیکن اگر اس نزاع کو لفظی نزاع سے تعبیر کر کے فریقین کو ہم ایک مرکز پر دیکھنا چاہیں تو بآسانی ہو سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ اول الذکر گروہ پنجوں کے بٹھانے اور ان کے ساتھ جو رسومات مروّجہ بجالائی جاتی ہیں ان کے مجموعے پر اور زمانۂ حال کے نام کے مسلمانوں کے جہل کے غلبہ اور بدعقیدگی کے مرض پر نظر رکھ کر باعتبار نتیجے کے اسے شرک کہتا ہے اور مؤخر الذکر گروہ صرف پنجے کی ہیئت کذائی اور اس کے لا کر کھڑا کر دینے کو پیش نظر رکھ کر اور اس کے معتقد لوگوں کے افعال سے قطع نظر کر کے اور اُن کے عقائد سے چشم پوشی کر کے اور ان کے حالات کو بالکل چھوڑ کر اُسے شرک کہنے سے انکار کرتا ہے۔ تو اگر اس لفظی نزاع کو چھوڑ دیں اور نتیجہ پر نظر ڈالیں اور جو شرکیہ افعال ان دنوں ان نام کے مسلمانوں سے شدول پنجوں اور تعزیوں کے ساتھ سرزد ہوتے ہیں اور جس تعظیم کے ساتھ ان

کی معتقدانہ امید و بیم بھری نگاہیں اس طرف اٹھتی ہیں اور جس عاجزی تملق اور خشوع خضوع سے اُن کے دل ان کی طرف جھکتے ہیں اس پر گہری نظر ڈالی جائے تو قطعاً دونوں جماعتیں اسے شرک کہنے میں تامل نہ کریں گی

ایک مثال سے وضاحت

اس کی مثال آپ یوں سمجھئے کہ ایک بت پرست ہندو بُت بناتا ہے اور اسے لاکر مندر میں بٹھاتا ہے ایک شخص اُسے کافر کہتا ہے دوسرا اس کے کُفر سے انکار کرتا ہے۔ ہم اگر کسی کی نیت پر حملہ نہ کریں تو بھی نہایت صفائی کے ساتھ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ گو اس کا صرف لانا اور بٹھا دینا کفر نہ بھی ہو لیکن جس کام کے لئے وہ تیار کیا گیا ہے جو کام اس کے سامنے بجا لائے جائیں گے اور جو اس کے ماننے والے اس کی عقیدت اپنے دل میں رکھتے ہیں اس کے اعتبار سے اور اس مجموعے پر نظر ڈال کر بالیقین وہ شرک و کفر ہے اور اگر باوجود اس کے کہ آپ کا روزمرّہ کا مشاہدہ ہو، آپ ہر وقت دیکھتے ہوں کہ یہ بت پرست اپنے بتوں کے ساتھ اور پنجہ پرست اپنے پنجوں کے ساتھ کیا کچھ کرتے ہیں؟ کونسا وہ شرک ہے جو اُن سے چھوٹتا ہو؛ لیکن تاہم آپ ان تمام باتوں کو پس پشت ڈال کر صرف پتھر کو لا کر کھڑا کر دینے کو شرک نہ کہہ کر انھیں جرأت دلائیں تو یقیناً

یہ تساہل اور یہ خطرناک غلطی قابل مواخذہ ہے ۔

دوسری مثال

زہر کو آپ ہلاک ہی کہیں گے خواہ اسے کوئی کھا رہا ہو خواہ یونہی ڈلی رکھی ہو۔ اسی طرح پنجے کا بنانا اور پوجنا اور عبادت کرنا سب شرک ہے۔ نصب کی علت ہی پوجا ہے اور علت و معلول دونوں ایک ہی حکم میں ہیں کیونکہ غیر منفک ہیں۔ جب علت یعنی نصب پنجہ پایا جائے گا معلول یعنی غیر خدا کی عبادت بھی پائی جائے گی۔ اور جب یہ شرک ہے تو وہ بھی شرک ہے۔ کیا اصول فقہ کا یہ مسئلہ آپ کو یاد نہیں کہ مقدمۂ واجب بھی واجب۔ مقدمۂ حرام بھی حرام۔ اسی طرح موجب شرک بھی شرک۔ مسئلہ تو بالکل صاف ہے خواہ مخواہ کا الجھنا نامناسب ہے۔

غیر اللہ کی نذر نیاز کا شرک ہونا

ہم حیران ہیں کہ مشتہر صاحب نذر نیاز غیر اللہ کو بھی شرک نہیں کہتے بلکہ اُسے شرک کہنے والے کو وہ مشرک کہتے ہیں۔ کیا نماز پڑھنے والے کو اور نماز میں التحیات پڑھنے والے کو اور التحیات میں مالی بدنی اور زبانی عبادت کے ہونے کا اقرار کرنے والے کو اور پھر ایاک نعبد میں تمام عبادتیں جس میں مالی

عبادت نذر و نیاز بھی داخل ہے اللہ کے لئے ہی ہونے کا اقرار کرنے والے کو یہ کہنا زیبا ہے؟ کہ پیروں پر نیاز چڑھانا شرک نہیں؟ بہتر ہوگا کہ اس موقع پر میں فقہ حنفی کی ایک معتبر کتاب کی عبارت برادران احناف کے کان میں ڈال دوں۔ ردالمحتار شرح درِ مختار مصری جلد۲ صفحہ ۱۳۹ میں لکھتے ہیں: وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوْقِ لَا یَجُوْزُ لِاَنَّهٗ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُوْنُ لِمَخْلُوْقٍ یعنی مخلوق کی نذر ماننا جائز نہیں اس لئے کہ نذر عبادت ہے اور مخلوق لائق عبادت نہیں۔ میرے خیال سے تو ایک حنفی مذہب شخص کے لئے اپنے مذہب کی اتنی بڑی معتبر کتاب کے کھلم کھلا نذر کو عبادت بتلانے کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ وہ اسے شرک نہ کہے اور یہی ہمیں ثابت کرنا تھا کیونکہ نذر لغیر اللہ کی حرمت پر تو ان کا بھی صاد ہے اور اپنے اشتہار میں وہ اس کا حرام ہونا تسلیم کر چکے ہیں بلکہ علامہ ابن عابدین صاحب شامی تو اسے کھلے لفظوں میں موجب کفر فرماتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں: وَمِنْهَا اَنَّهٗ ظَنَّ اَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِی الْاُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاِعْتِقَادُهٗ ذٰلِكَ كُفْرٌ ط یعنی خدا کے سوا اوروں کے لئے نذر نیاز کے حرام اور باطل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس کے لئے نذر مانی گئی ہے اس میں کچھ قدرت رکھی جائے۔ اور یہ عقیدہ کفر ہے۔

اس کی اور دلیلیں

غیر اللہ کی نذر ماننے کے کفر ہونے کی ایک اور دلیل بھی بنظر غور کتب فقہ

کو دیکھنے سے نہیں ملتی ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اتنی بات تو فریقین کو مسلم ہے کہ یہ نذر کبیرہ گناہ اور حرام ہے جب اس مقدمہ کو تسلیم کر لیا گیا تو اب یہ دیکھا جائے کہ جو لوگ اس نذر کو مانتے ہیں اور نذریں پنجوں پر چڑھاتے ہیں وہ اسے حلال جانتے ہیں یا حرام؟ تجربہ اور مشاہدہ شاہد ہے کہ وہ لوگ اُسے نہ صرف حلال بلکہ کارِ ثواب بلکہ مثل شعائر اسلامی جانتے ہیں۔ ان دو مقدموں کے بعد اب یہ تیسرا مسلّمہ مقدمہ ملاحظہ فرمائیے جو شرح عقائد نسفی اور دیگر تمام کتب معتبرہ میں موجود ہے کہ اِسْتِحْلَالُ الْمَعْصِيَةِ كُفْرٌ۔ یعنی گناہوں کو حلال جاننا کفر ہے تو صاف نتیجہ نکل آئے گا کہ نذروں کا پنجوں پر چڑھانا کفر ہے اور خود پنجوں کا بنانا بھی کفر ہے کیونکہ اسے بھی وہ لوگ نہ صرف حلال بلکہ موجبِ ثواب جان کر بناتے ہیں گو یہ بھی نذر لغیر اللہ کے کفر ہونے کی صاف دلیل ہے تاہم میں ایک دوسری مشرح عبارت فقہ کی کتاب سے اور بھی پیش کر دوں، فتاویٰ غرائب میں ہے۔ مایفعله الجهلة من الذبح علی قبور المشائخ والشهداء وغیرهم فهذا یوجب الحرمة اذا کان لغیر الله وان ذکروا اسم الله علیه ویکفرون بذلك۔ یعنی جو جاہل لوگ مشائخ اور شہیدوں کے مزاروں پر جانور (وغیرہ) چڑھاتے ہیں وہ حرام ہو جاتا ہے اگرچہ اللہ کا نام لے کر بھی ذبح کئے جائیں اور اس فعل سے وہ لوگ کافر ہو جاتے ہیں۔" یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ غیر اللہ کی نذر ماننا کفر ہے۔ شدے پنجے بھی غیر اللہ ہیں پس ان کی نذر بھی کفر ہے۔

اور دلیل

ایک حدیث سے بھی اس نذر کا شرک ہونا ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَا نَذْرَ اِلَّا فِیْ مَا یَبْتَغِیْ بِہٖ وَجْہُ اللّٰہِ۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی نذر اللہ کے تقرب کے لئے ہوتی ہے اور تقرب عبادت بلکہ عبادات کا ماحصل ہے اور غیر اللہ کی نذر غیر اللہ کا تقرب ہوگی اور غیر اللہ کا تقرب نہ صرف غیر اللہ کی عبادت ہی ہوگی بلکہ اعلیٰ عبادت ہوگی اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے۔ لہٰذا پنجوں پر نذر چڑھانا شرک ثابت ہوگیا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں نفی اور اثبات ساتھ ہونا دلالت کرتا ہے کہ جس وصف خداوندی کو ثابت مانا جائے اس وصف کی مخلوق خدا سے نفی اور انکار کیا جائے۔ جب ذات خداوندی کو نذر و نیاز کے قابل مانا جاتا ہے تو کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا کہ کوئی اور نذر و نیاز کے قابل نہیں؟ اور جب خدا کو نذر نیاز کے قابل مان کر پھر کسی اور کو بھی اس قابل مانا جاتا ہے تو کیوں اُسے مشرک نہیں کہا جاتا؟ اور اگر یونہی تاویلات اور نیک ظنیوں کا دروازہ کھولا گیا تو کل سجدے کرنے رکوع کرنے کو بھی ایک شخص شرک نہیں کہے گا اور کہہ دے گا کہ سر کا زمین پر رکھ دینا تو شرک نہیں؟ کمر کا خم کرنا تو شرک نہیں؟ اور پھر بتدریج ترقی کر کے کوئی اور یہ بھی کہہ دے گا کہ کسی کو خدا کہنے والا کسی کو خالق رازق وغیرہ کہنے والا بھی مشرک نہیں کیونکہ خ ال ق کا تلفظ تو شرک نہیں؟ خ د ا کا

بولنا تو شرک نہیں؛ پھر میرے خیال سے تو شرک کا نام کتابوں میں رہ جائے گا لیکن اس کا وجود عنقا کی طرح عدم میں۔ پس یہ ایک صریح مغالطہ ہے اس سے بچنا چاہیے

شدّوں پنجوں کی اور خرابیاں

عموماً جو کام یہ پنجہ پرست لوگ پنجوں کے ساتھ کرتے ہیں وہ شرک ہیں مثلاً ان سے دعائیں کرنا، ان کی تعظیم و تکریم کرنا، ان سے حاجات طلب کرنا، ان کی نذریں منتیں وغیرہ ماننا ان کے سامنے عاجزی اور لاچاری ظاہر کرنا انھیں کسی بزرگ کی طرف منسوب کر کے اس بزرگ کے نام کی چوٹیاں رکھوانا انھیں حاجت روا جاننا، پنجوں کو موجب برکت سمجھنا، پنجہ داری کو اسلام یا شعار اسلام جان کر، مظہر بزرگان سمجھ کر اور بزرگوں کو مظہر خدا جان کر ان سے عقیدت مندی وغیرہ پھر یہ موجب ہیں لہو و لعب کے اسراف اور فضول خرچی کے عورتوں اور مردوں کے خلافِ شرع عموماً بے پردہ مجمعوں کے باعث ہیں آپس کے فساد اور قطع رحمی کے باجے گاجے اور شیطانی کاموں کے، غرض جڑ ہیں سینکڑوں معصیاتِ خداوندی کی اس لئے مسلمانوں کو ان سے اجتناب چاہیئے اور بالاتفاق بزور اس شرکی بدعی اور فسقی چیز کو دفع کرنا چاہیے۔

فیصلہ مندرجہ بالا وجوہ اور دیگر دلائل کی بنا پر جن کی اس مختصر میں گنجائش نہیں، صاف ثابت ہے کہ وانمباڑی کے علماء کا وہ اشتہار جس کی سرخی

ہے "اشتہار واجب الاظہار" اور جس پر تیرہ علما کے دستخط ہیں وہ سچا ہے اور اس کے خلاف والے اشتہار میں حقیقت سے نتیجہ کے اعتبار سے تساہل کر کے اس فتوے کا جو بری طرح تعاقب کیا گیا ہے غلط ہے۔ واللہ اعلم

قبروں پر اور جنازے پر پھول ڈالنے کا مسئلہ

اس کی دلیل (۲) قبر اور جنازے پر پھول ڈالنا۔ اس کے اثبات میں ایک اشتہار نکلا ہے جس کے مشتہر کوئی صاحب عبد الصمد نامی ہیں۔ اس کے خلاف کوئی اشتہار نہیں یا کم از کم ہمارے پاس نہیں آیا۔ بہر صورت ہم اس کے متعلق بھی تبصرہ کرتے ہیں۔ اس کی دلیل اشتہار میں ایک حدیث لکھی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شاخ توڑ کر دو قبروں پر گاڑ دی اور فرمایا ان کے خشک ہونے تک شاید ان مُردوں کے عذاب میں تخفیف ہو۔

اس دلیل کا پہلا جواب ۔ اوّلاً تو یہ کہ اس حدیث سے زیادہ سے شاخ گاڑنے کا ثبوت ہوتا ہے نہ کہ خوشبودار پھول چڑھانے کا۔

دوسرا جواب (۲) نہیں معلوم اصل سبب ان کے عذاب کی تخفیف کا کیا ہے؟

تیسرا جواب (۳) اگر صرف شاخ کا قبر پر ہونا سبب ہے تو خشک ہونے کے بعد بھی وہ باقی ہے۔

چوتھا جواب (۴) اگر شاخ کا تسبیح کرنا تخفیف عذاب کا باعث ہے تو اس کی

تسبیح سوکھنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ یعنی آسمان و زمین کی کل چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح خواں ہیں۔ لفظ مَا کا عام ہونا اور پھر اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ کا حصر ہونا تو یہ ثابت کرتا ہے کہ ہر تر و خشک چیز مصروف حمد و ثنا ہے تو چاہیئے کہ سوکھنے کے بعد بھی تسبیح کی بقا موجبِ تخفیف عذاب ہو حالانکہ حدیث میں مَا لَمْ یَیْبَسَا کے ساتھ غایت موجود ہے ۔

پانچواں جواب (۵) اور اگر وجہ تسبیح ہی ہے تو کیا خاک، پتھر، اینٹ زمین وغیرہ یہ چیزیں تسبیح نہیں کرتیں ؟ پھر ان کی تسبیح میت کے لئے باعثِ تخفیف کیوں نہ ہوئی؟

چھٹا جواب (۶) اگر ان سب چیزوں کو تسبیح خواں مانا جائے جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے اور تسبیح خوانی کو موجب تخفیفِ عذاب مان لیا جائے تو پھر قبر پر جو لوگ آج پھول چڑھاتے ہیں کیا عجب کہ کل وہ خاک مٹی پتھر ڈھیلے وغیرہ بھی ڈالنے لگیں کیونکہ تسبیح خواں تو وہ بھی ہیں یہ ریحان کی پتیاں اگر عذاب گھٹا سکتی ہیں تو نیم کی پتیوں نے کیا قصور کیا ہے؟ پھول اور پتھر اس میں یکساں ہیں ۔

ساتواں جواب (۷) اے برادران! کیا جن اولیاء اللہ کی قبروں پر آپ پھول چڑھاتے ہیں وہ آپ کے نزدیک عذاب میں ہوتے ہیں کہ آپ اُن کے عذاب کی تخفیف کے لئے ان پر پھول پتیاں چڑھاتے ہیں ؟ اگر سچ مچ آپ کے یہی عقائد ہیں تو ہمیں کہنے دیجئے کہ آپ اولیاء اللہ کے دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں کہ انھیں عذاب میں

سمجھ رہے ہیں اور دیکھ بھال کر سوچ سمجھ کر اُنہی قبروں پر پھول چڑھاتے ہیں۔ عام قبروں کو کوئی پوچھتا تک نہیں۔ نہ ان پر کوئی پھول ڈالے نہ ریحان چڑھائے۔

آٹھواں جواب (۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معلوم کر کے وہاں شاخ گاڑی کہ اسے عذاب ہو رہا ہے کیا جن قبروں پر آپ پھول چڑھاتے ہیں آپ کو بھی بذریعہ وحی ان کے معذب ہونے کا علم ہو جاتا ہے؟ اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے تو آپ سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے ادب کوئی نہیں کہ آپ سے مقابلہ کے لئے بیٹھ گئے۔

نواں جواب (۹) اور اگر علم نہیں تو پھر یہ فعل عبث کیوں کرتے ہو؟ فرض کرو ایک طبیب ایک بیمار کو کونین جیسی کڑوی چیز جبراً پلاتا ہے اس کے اس کام کو دیکھتے ہی ایک عقلمند شخص دوڑا بھاگا آتا ہے اور اپنے ماں باپ، بہن بھائی، بچے، بچی، پاس پڑوس، بیوی ہمسائی ہر ایک کو پکڑ پکڑ کر جبراً قہراً کونین کھلا رہا ہے۔ فرمایئے اس احمق کی اس حرکت کو آپ پسند کریں گے؟ کیا حکیم کسی قبض کی شکایت والے مریض کو جمال گوٹے کا جلاب دے تو آپ کا اپنے گھر بھر کو جمال گوٹے کھلا کر تماشا کرنا عقلمندی ہو گی؟

دسواں جواب (۱۰) اگر سچ مچ ہری شاخ موجب تخفیفِ عذاب ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اپنی امت پر ماں باپ سے زیادہ مہربان تھے وہ اتنا کر کے نہ ہٹ جاتے بلکہ جب شاخ سوکھ جاتی تو دوسری گاڑ دیتے

یا گاڑ دینے کا حکم دیدیتے۔ ایک شخص کو ایک شاخ کے نہ گاڑنے پر عذاب ہوتا ہو اور گاڑ دینے پر عذاب موقوف ہوجاتا ہو، پھر بھی سستی کر کے شاخ نہ گاڑنا اور اسے سپرد عذاب کر دینا تو کسی دشمن سے بھی نہ ہو سکے گا چہ جائیکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے، جو خود ہم سے بھی زیادہ ہم پر مہربان تھے ؛

گیارہواں جواب (۱۱) میں سردست انہی دس مناقضات پر بس کر کے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ تخفیف عذاب کا سبب ہری شاخ نہ تھی جب یہ اصل چیز اصلی سبب نہیں تو اس کی فرع یعنی پھول کیسے سبب بن جائیں گے؟

بارہواں جواب (۱۲) بلکہ سرور انبیا سردار بنی آدم افضل الرسل شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لئے استغفار سبب تھا تخفیف عذاب کا اور آپ کے استغفار کی وجہ سے اس پر عذاب کم ہوئے تھے۔ چنانچہ متقدمین نے بھی یہ وجہ بیان کی ہے جیسے امام نوویؒ وغیرہ ؛

تیرہواں جواب (۱۳) اور ہاں مجھے حیرت ہے کہ اگر قبر پر شاخ ڈالنا ثابت ہو جائے تو جنازے پر پھول ڈالنا کیسے ثابت ہو جائے گا؟ جس کے درپے اس اشتہار کے دستخط کنندہ چھ علماء کرام ہیں۔ "مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ"؛

چودھواں جواب (۱۴) قبر میں میت کو رکھ کر آپ اس کے اوپر مٹی ڈالتے ہیں تو کیا جنازے پر بھی مٹی ڈالنا روا رکھیں گے؟ یہ قیاس مع الفارق کیسا؟ کیا آپ کے نزدیک جنازہ اور قبر ایک چیز ہے؟

ایک سنسنی خیز چالاکی

اس چھوٹے سے اشتہار میں ایک ایسی سنسنی خیز چالاکی کی گئی ہے جس کے تصور سے بھی ایک مسلم دل لرز جائے گو ہم ان کی نیت کی بابت زبان کو بے ادبی سے بچائیں۔ لیکن اس ناقابلِ درگذر جرم کی پردہ پوشی تو ہم سے قطعًا نہ کی جائے گی۔ حدیث کو نقل کرنے کے بعد شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں" وتمسک کنند ایں (اک) جماعت بایں حدیث در انداختن سبزہ وگل ریحاں بر قبور" ترجمہ لکھتے ہیں" اور ایک جماعت قبروں پر سبزہ پھول اور ریحاں ڈالنا جائز ہے کر کے اس حدیث سے ثابت کرتے ہیں" لیکن اس کے بعد کی عبارت جو اس کی تردید میں تھی اور ان علما کے خلاف پڑتی تھی اور اس عبارت کے متصل ہی تھی۔ گویا یہ عبارت اس پوری عبارت کا ٹکڑا ہے وہ نقل نہ کی۔ یہ حرکت کس قدر حیا سوز اور خلاف دین و دیانت ہے۔

امام خطابیؒ کا فیصلہ اس کے بعد کی عبارت یہ ہے" وخطابی کہ از ائمہ اہل علم و قدوہ شراحِ حدیث است ایں قول را رد کردہ است و انداختنِ سبزہ وگل را بر قبور بہ تمسکِ ایں حدیث انکار نمودہ وگفتہ کہ ایں سخن اصلے ندارد و در صدر اول نبودہ" یعنی خطابیؒ نے جو اہل علم کے امام اور شراحِ حدیث

کے پیشوا ہیں (اس جماعت کے) اس قول کو (یعنی پھول وغیرہ قبروں پر ڈالنے کے جواز کو) رد کر دیا ہے۔ اور اس حدیث سے سبزے اور گل کو قبر پر ڈالنے (کے جواز) کی دلیل پکڑنے کا انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں اور پہلے زمانہ میں ان باتوں (یعنی پھول وغیرہ ڈالنے) کا نام ونشان بھی نہ تھا۔

اقبالی ڈگری: اس کے بعد اور اقوال بھی پہلے قول کی تردید میں نقل کئے ہیں، سمجھ کا پھیر اور چیز ہے لیکن کسی کے قول کو نقل کرنے میں بددیانتی کرنا یہ تو سرتاپا مجرمانہ خیانت ہے، اب فرمایئے کہ آپ کی نقل کی ہوئی معتبر عبارت جس کا ایک حصہ آپ ایک خاص مصلحت کی بنا پر چھوڑ آئے تھے وہ بھی آپ کے خلاف ہے اب تو آپ پر اقبالی ڈگری ہے اور آپ کے لائے ہوئے معتبر فیصل اور حکم نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ سبزے اور پھول وغیرہ کا قبر پر ڈالنا نہ تو اس حدیث سے ثابت ہے نہ زمانہ خیر القرون میں اس کا اتا پتا پایا جاتا ہے۔ اور جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں ان کا قول مردود ہے اور اس بدعت کی کوئی دلیل شرع محمدی میں نہیں۔

بد حواسی: مسئلہ تو بالکل صاف ہو گیا اور اقبالی ڈگری صادر ہو چکی مگر میں چاہتا ہوں کہ ان علمائے کرام کی خدمت میں چند اور معروضات بھی پیش کروں تاکہ آئندہ اگر وہ قلم اٹھائیں تو ذرا سوچ سمجھ کر اٹھائیں۔ ورنہ اس طرح بے سوچے سمجھے لکھ ڈالنا آپ حضرات کی عزت کی کمی اور آپ کے دامن تقدس پر ایک بدنما داغ کا باعث ہوگا۔

آپ ایک جگہ لکھتے ہیں "تمام فقہاء متفق ہیں"۔ دوسری جگہ "ایک جماعت" تیسری جگہ لکھتے ہیں "بعض ائمہ دین ہمارے صحابہ کے متاخرین ہے" اب فرمایئے کہ یہ اجماع منعقد کیسا، یہ ایک کے

خلاف ایک بات کہی ۔ ان میں سے کونسی سچی اور کونسی غلط؟ آیا یہ سچ ہے کہ پھول ڈالنے کو تمام فقہا جائز کہتے ہیں؟ یا یہ سچ ہے کہ بعض متاخرین جائز کہتے ہیں یا یہ سچ ہے کہ صرف ایک جماعت جائز کہتی ہے ۔ مولانا یہ متضاد تحریریں تو البتہ ان کے علم کی مقدار ظاہر کر دینے اور اس کی وقعت کو خاک میں ملا دینے کے لئے ہوا کرتی ہیں اگر بعض جائز کہتے ہیں تو اکثر کا ناجائز کہنا ثابت ہوگا پھر یہ قول کہ تمام فقہا متفق ہیں لغو اور جہل ہو جائے گا۔

دوسری بدحواسی: اور ایک مزے کی بات بھی سن لیجئے ایک جگہ تو پھول وغیرہ ڈالنے کو آپ "مستحب مستحسن" لکھتے ہیں، دوسری جگہ "جائز" لکھتے ہیں تیسری جگہ "سنت" بتلاتے ہیں، چوتھی جگہ قبر پر "مستحب" اور جنازے پر "سنت" لکھتے ہیں۔ اب فرمائیے کہ ان مختلف و متضاد باتوں میں سے سچی کونسی ہے اور جھوٹی کونسی ہے۔ آیا مستحب ہے یا مستحسن ہے یا جائز ہے یا سنت ہے یا مختلف باعتبار مواضع ہے ۔

تیسری بدحواسی: اچھا اب سب سے قطع نظر کر کے ایک انوکھا منظر اور دیکھئے ۔ ایک فعل کو جائز لکھا مستحب مانا، مستحسن سمجھا سنت ثابت کیا پھر آخر میں لکھتے ہیں لیکن اس کا التزام کرلینا یہ حرام ہے جائز نہیں ہے۔" مولانا واللہ آپ کے اس بھولے پن پر بے ساختہ ہنسی آگئی ۔ بھائی جس کام کو سنت کہتے ہو پھر اس کے التزام کو یعنی ہمیشہ کرنے کو حرام بتلاتے ہو۔ فجر کے فرض سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنی سنت ہے لیکن اگر کوئی شخص ان دو رکعتوں کے پڑھنے کا التزام کر لے یعنی ہمیشہ پڑھتا رہے تو آپ کی سرکار سے اسے "حرام کار" یعنی حرام کرنے والے کا خطاب ملے گا۔ مولوی صاحبان واللہ پھڑکا دیا۔ بھئی سنت کو حرام خوب کہا ۔

صحیح شرعی فیصلہ: اب فیصلہ یہ ہے کہ اتنی بات تو یہ مولوی صاحبان بھی مانتے ہیں کہ اسے ہمیشہ کرنا حرام ہے۔ یہاں تک تو دوسری مرتبہ ان پر اقبالی ڈگری ہے ، اور وہ یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ متاخرین یعنی پچھلے بعض حنفیوں نے اسے جائز کہا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ اگلے کل حنفیوں اور خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جائز نہیں کہا۔ پس مسئلہ صحیح یہی ہے کہ قبر پر پھول اور ریحان کا چڑھانا ثابت نہیں ہے نہ جنازے پر ان کا ڈالنا ثابت ہے۔ یہ بھی ایک بدعت ہے مسلمانوں کو اسے بھی ترک کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم۔

محمد بن ابراہیم بقلم خود

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

(سب مل کر خدا کی رسّی (قرآن وحدیث) کو مضبوط تھام لو اور آپس میں نا اتفاقی نہ کرو)

الحمد للہ کہ یہ رسالہ

المسمّٰی بہ

اتفاق وانصاف مابین اہل حدیث واحناف

المعروف بہ

دلائل محمدی

جس میں سورۃ فاتحہ پڑھنے، رفع الیدین کرنے اور اونچی آواز سے آمین کہنے کے واضح دلائل احادیث سے، حنفی مذہب کی معتبر کتابوں سے اور اولیاء اللہ کے ملفوظات سے درج ہیں اور حنفی مذہب کے معتبر علماء کا اہلحدیث کی حقانیت کا اور اہلحدیث کیساتھ اور اہلحدیث کے پیچھے نماز جائز ہونے کا فتویٰ اور اہلحدیث کو مسجدوں سے روکنے کی حرمت کا ثبوت درج ہے۔

مُصنّفہ

خطیب الہند علّامہ محمد بن ابراہیم میمن محدّث جوناگڈھی رحمہ اللہ

ناشر

مولانا ثناء اللہ امرتسری اکیڈمی، ۳۳۲۳ نئی سڑک دہلی ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ط

اتفاق واتحاد

ناظرین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج کل مسلمانوں کو جس قدر اتفاق کی ضرورت ہے وہ مخفی نہیں، ہم بوجہ آپس کی نااتفاقیوں کے پسے جارہے ہیں۔ نااتفاقی کا گھن ہمیں کھوکھلا کرچکا ہے ہماری رہی سہی ہوا بھی روز بروز اکھڑتی جارہی ہے، ہماری نہ صرف عزت بلکہ ہستیاں بھی خطرے میں ہیں اگر اب بھی ہم نہ سنبھلے اور تتر بتر ہی رہے تو بسا ممکن ہے کہ خدانخواستہ ہماری حالت بد سے بدتر ہو جائے اور جس طرح اگلی قومیں عزت کے آسمان تلے سے ہٹادی گئیں اور ذلت کی زمین میں دفن کردی گئیں یہی روز بد ہمیں دیکھنا پڑے اور کچھ نہیں تو کم از کم ملک ہند کے سنی مسلمانوں کے یہ بڑے بڑے فریق یعنی حنفی اور اہلحدیث تو متفق ہوجائیں جو اصولاً قریب قریب ایک ہیں ہاں البتہ بعض فروعات میں اختلاف ہے جس تنکے کا تاڑ اور رائی کا پہاڑ بنا کر دشمنان اسلام نے اسلام کے ضعف کے لئے ایک ذریعہ بنالیا، ذرا ذرا سی بات میں دیوانی اور فوجداری ہوتی ہے جس میں ہزاروں روپیہ غیرمسلموں کے بھینٹ چڑھتا ہے، عزت کا برباد ہونا، وقت کا ضائع ہونا، طاقت کا کم ہونا، اتفاق کا مٹنا، نااتفاقی کا پھیلنا، خدا اور رسول کا بیزار ہونا یہ تو اس کا اول اور لازمی نتیجہ ہے۔

عموماً جن باتوں پر یہ تھکا فضیحتی ہوتی رہتی ہے وہ چند مسائل ہیں مثلاً امام کے پیچھے سورہ فاتحہ (الحمد) کا پڑھنا۔ اونچی آواز سے آمین کہنا، رکوع میں جانے اور رکوع سے

سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرنا وغیرہ وغیرہ. میں چاہتا ہوں کہ اس رسالہ میں بتلاؤں کہ محقق علمائے حنفیہ اور حنفی مذہب کی معتبر کتابوں کا ان مسائل میں کیا فیصلہ ہے. اگر وہ بھی اہلحدیث کے ساتھ ان مسائل میں متفق ہوں تو پھر لڑائی بھڑائی بے فائدہ ہے۔

امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھنے کی تحقیق

الحمد شریف کی حدیث

بخاری، مسلم اور قریب قریب حدیث کی کل کتابوں میں یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ۔ یعنی بغیر الحمد شریف پڑھنے کے کوئی نماز نہیں ہوتی، (چاہے وہ فرض نماز ہو یا نفل وغیرہ اور چاہے اُس نماز میں نمازی امام ہو یا مقتدی ہو یا اکیلا ہو) اس حدیث کی صحت میں چاروں مذہب والوں کو کوئی کلام نہیں، اس سے بڑھ کر وضاحت اور صراحت والی وہ حدیث ہے جو مختلف الفاظ سے ابوداود ترمذی نسائی ابن ماجہ مؤطا مالک مسند احمد وغیرہ میں مروی ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صبح کی نماز پڑھائی، فارغ ہو کر مقتدیوں سے دریافت فرمایا کیا تم اپنے امام کے پیچھے پڑھا کرتے ہو؟ مقتدیوں نے عرض کیا کہ ہاں حضور پڑھا کرتے ہیں. آپ نے فرمایا لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ فَاِنَّہٗ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِھَا (مشکوۃ نظامی ص۱۲۱) یعنی سوائے الحمد شریف کے اور کچھ نہ پڑھو کیونکہ بغیر

الحمد شریف کے نماز نہیں ہوتی " یہ حدیث بالکل صاف ہے مقتدیوں کو خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم جب میرے پیچھے نماز پڑھو اور میں بلند آواز سے قرأت پڑھوں پھر بھی تم الحمد کا پڑھنا نہ چھوڑو۔ اگر الحمد نہیں پڑھو گے تو تمہاری نماز نہیں ہوگی، اس کے علاوہ بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ تفصیل کے لئے اس کتاب کا حصّہ دوم ملاحظہ ہو۔ [1]

ان حدیثوں کے مطابق اہلحدیث کا مذہب ہے کہ جب تک مقتدی امام کے پیچھے سورۃ الحمد شریف پوری ہر ہر رکعت میں نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی۔

فقہ حنفیہ سے الحمد کی تحقیق

اب دیکھئے کہ کتب فقہ حنفیہ میں اس مسئلہ کی بابت کیا لکھا ہے۔ ہدایہ جو حنفی مذہب کی بہت بڑی کتاب ہے اس کی جلد اول ص۱۰۱ مطبوعہ مجتبائی فصل فی القرأۃ میں لکھا ہے وَيُسْتَحْسَنُ عَلَى سَبِيْلِ الْاِحْتِيَاطِ یعنی احتیاطاً الحمد شریف کا امام کے پیچھے پڑھ لینا ہی بہتر ہے! حنفی مذہب کے بڑے امام علامہ عینیؒ شرح صحیح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں بَعْضُ اَصْحَابِنَا يَسْتَحْسِنُوْنَ عَلَى سَبِيْلِ الْاِحْتِيَاطِ فِيْ جَمِيْعِ الصَّلٰوةِ۔ یعنی ہمارے حنفی مذہب کے بعض پیشواؤں نے ہر نماز میں الحمد شریف کا احتیاطاً پڑھ لینا ہی بہت بہتر سمجھا ہے۔ اسی طرح مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ یوسفی ص۱۴۱ جزو اول فصل فی القرأۃ میں لکھتے ہیں۔ رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهٗ اسْتَحْسَنَ قِرَاءَةَ الْفَاتِحَةِ لِلْمُؤْتَمِّ فِي السِّرِّيَّةِ وَرُوِيَ مِثْلُهٗ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

[1] دلائل محمدی کا دوسرا حصہ زیر طبع ہے۔

صَرَّحَ بِہٖ فِی الْھِدَایَۃِ وَالْمُجْتَبٰی شَرْحِ مُخْتَصَرِ الْقُدُوْرِیِّ وَغَیْرِھِمَا وَھٰذَا ھُوَ مُخْتَارُ کَثِیْرٍ مِّنْ مَشَائِخِنَا وَعَلٰی ھٰذَا فَلَا یُسْتَنْکَرُ اسْتِحْسَانُھَا فِی الْجَھْرِیَّۃِ اَیْضًا اَثْنَاءَ سَکَتَاتِ الْاِمَامِ۔ یعنی امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جن نمازوں میں امام قرأت آہستہ پڑھتا ہے مقتدی کو بھی الحمد شریف پڑھ لینی چاہیئے امام ابو حنیفہؒ کا فرمان بھی یہی ہے ہدایہ اور مجتبیٰ وغیرہ میں مروی ہے اور ہمارے حنفی مذہب کے اکثر مشائخ نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اور جب یہ ہے تو جن نمازوں میں اونچی آواز سے امام پڑھے ان میں بھی مقتدی کا الحمد شریف پڑھ لینا ہی اچھا ہے۔ ملا جیونؒ صاحب تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں فَاِنْ رَأَیْتَ الطَّائِفَۃَ الصُّوْفِیَّۃَ وَالْمَشَائِخِیْنَ الْحَنَفِیَّۃَ تَرَاھُمْ یَسْتَحْسِنُوْنَ قِرَأَۃَ الْفَاتِحَۃِ لِلْمُؤْتَمِّ۔ ترجمہ صوفیائے کرام کی جماعت اور حنفی مذہب کے بڑے بڑے امام سب کے سب سورہ فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا بہتر جانتے ہیں: حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ مصری جلد دوم ص۹ میں لکھتے ہیں فَاِنْ جَھَرَ الْاِمَامُ لَمْ یَقْرَأْ اِلَّا عِنْدَ الْاِسْکَاتَۃِ وَاِنْ خَافَ فَلَہُ الْخِیَرَۃُ۔ یعنی اگر امام بلند آواز سے قرأت پڑھتا ہے تو مقتدی امام کے سکتہ کے وقت اس کے پیچھے پیچھے پڑھتا جائے اور اگر وہ پوشیدہ پڑھتا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے (جب چاہے پڑھ لے)۔

چاروں اماموں سے الحمد کا ثبوت

ناظرین کرام! ذرا غور سے سنئے یہ تو ظاہر ہے اور مشہور ہے کہ مقتدی کو

امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھنے کا حکم تینوں مذہبوں میں ہے یعنی امام شافعیؒ، امام مالکؒ امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ تینوں کے نزدیک مقتدی کو الحمد پڑھنی چاہیئے ملاحظہ ہو جامع ترمذی جلد اول صنٹ وغیرہ وغیرہ، اب اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی مقتدی کو امام کے پیچھے الحمد پڑھنی چاہیئے تو میرے نزدیک غالباً یہ مسئلہ بالکل طے ہو گیا اور پھر کسی برائے نام مسلمان کو بھی اس میں لڑنے بھڑنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ دیکھئے مولانا عبدالحی لکھنوی اپنی کتاب غیث الغمام مطبوعہ یوسفی کے صہ۱۵۶ میں لکھتے ہیں: لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمُحَمَّدٍ قَوْلَانِ اَحَدُهُمَا عَدَمُ وُجُوْبِهَا عَلَى الْمَامُوْمِ بَلْ وَلَا تُسَنُّ وَهٰذَا قَوْلُهُمَا الْقَدِيْمُ اَدْخَلَهٗ مُحَمَّدٌ فِىْ تَصَانِيْفِهِ الْقَدِيْمَةِ وَانْتَشَرَتِ النُّسَخُ اِلَى الْاَطْرَافِ وَثَانِيْهِمَا اسْتِحْسَانُهَا عَلٰى سَبِيْلِ الْاِحْتِيَاطِ وَعَدَمُ كَرَاهَتِهَا عِنْدَ الْمُخَافَتَةِ لِلْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ قَالَ عُلَمَاءُ كَانُوْا يَرَوْنَ عَلَى الْمَامُوْمِ الْقِرَاءَةَ فِيْمَا يَجْهَرُ فِيْهِ الْاِمَامُ وَفِيْمَا يُسِرُّ فَرَجَعَا مِنْ قَوْلِهِمَا الْاَوَّلِ اِلَى الثَّانِىْ اِحْتِيَاطًا۔ یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگرد رشید امام محمدؒ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ مقتدی امام کے پیچھے الحمد شریف نہ پڑھے پہلے ان دونوں بزرگوں کا یہی فتویٰ تھا جو بہت مشہور ہو گیا اور اسی قول کو امام محمدؒ نے اپنی اگلی کتابوں میں داخل کر لیا مگر دوسرا قول ان دونوں بزرگوں کا یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھ لے کیونکہ امام صاحبؒ کے استاد امام عطاؒ فرماتے

ہیں کہ بزرگوں کا فتویٰ یہی ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے الحمد شریف پڑھ لے، امام نے بلند آواز سے قرأت پڑھی ہو جب بھی اور آہستہ پڑھی ہو تب بھی۔ اسی طرح مرفوع حدیث میں آچکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتدیوں کو فرمایا کہ تم الحمد کے سوا اور کچھ (اپنے امام کے پیچھے) نہ پڑھا کرو۔ غرض ان دلائل کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ دونوں نے رجوع کیا اور اپنے اگلے قول کو چھوڑ کر یہ فتویٰ دیا کہ مقتدی الحمد شریف پڑھ لے۔

امام محمدؒ کی کتاب الآثار میں ہے عَنْ اَبِی حَنِیْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اَنَّهٗ قَالَ اِقْرَأْ خَلْفَ الْاِمَامِ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ حماد سے وہ سعید بن جبیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ظہر عصر کی نماز میں امام کے پیچھے (الحمد) پڑھ لیا کرو۔ اس سے پہلے بحوالہ عمدۃ الرعایہ بیان ہو چکا ہے کہ امام صاحب اور آپ کے شاگرد پوشیدہ قرأت کے وقت مقتدی کے فاتحہ پڑھ لینے کے قائل ہیں۔

بڑے پیر صاحب کا فیصلہ

اب میں بڑے پیر صاحب شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک فیصلہ کن قول نقل کرکے اس بحث کو ختم کرتا ہوں، آپ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین مطبوعہ اسلامیہ لاہور کے صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں فَاِنَّ قِرَاءَتَهَا فَرِیْضَةٌ وَهِیَ رُکْنٌ تَبْطُلُ الصَّلٰوةُ بِتَرْکِهَا یعنی سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض اور نماز کا رکن ہے اس کے نہ پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ؛

بلند آواز سے آمین کہنے کی تحقیق

ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی، نسائی، مسند احمد، ابن خزیمہ، دارقطنی

حاکم وغیرہ کتب احادیث میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے

صحابہؓ سے باختلافِ الفاظ یہ حدیث منقول ہے اور بہت سے ائمہ حدیث نے

آمین کی حدیثیں

اسے صحیح اور حسن کہا ہے اور اصل اس کی صحیح بخاری

اور صحیح مسلم میں بھی ہے حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں

میں نے سنا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ

پڑھ کر باآواز بلند آمین کہی الفاظ حدیث شریف کے یہ ہیں عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ

وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ (مشکوٰۃ نظامی ص۶۳) بعض روایت

میں رَفَعَ اور بعض میں جَہَرَ وغیرہ الفاظ بھی مروی ہیں اس کے سوا اور حدیثیں بھی

ہیں ملاحظہ ہو میری کتاب دلائل محمدی حصہ دوم صحیح بخاری مصری ص۹۹ میں ہے

اٰمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَّرَاءَہٗ حَتّٰی اَنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّۃً۔ یعنی حضرت

عبداللہ بن زبیر اور ان کے مقتدی اس بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے کہ مسجد گونج

اٹھتی تھی۔

اہلحدیث کا مذہب ہے کہ ان احادیث کے مطابق جس نماز میں بلند آواز سے

قرأت پڑھی جائے اس میں آمین بھی بلند آواز سے کہی جائے ۔

امام صاحب کے استاد کی روایت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد جن کی بابت امام صاحب فرماتے ہیں مَارَأَیْتُ مِثْلَهٗ (میزان ذہبی) یعنی میں نے ان جیسا اور کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ حضرت عطاؒ تابعی فرماتے ہیں اَدْرَكْتُ مِأَتَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ یَعْنِیْ مَسْجِدَ الْحَرَامِ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّیْنَ رَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِاٰمِیْنَ (بیہقی، ابن حبان) میں نے دو سو صحابہ کرام کو پایا کہ وہ اس مسجد حرام (بیت اللہ) میں امام جب وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہتا تو بلند آواز سے آمین کہتے "۔ حنفی مذہب کے مایہ ناز قابل فخر متبحر امام ابن الہمامؒ اپنی کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ ص۱۲۱ ج مطبوعہ نولکشور میں لکھتے ہیں لَوْ كَانَ اِلَیَّ فِیْ هٰذَا شَیْءٌ لَوَفَّقْتُ بِاَنَّ رِوَایَةَ الْخَفْضِ یُرَادُ بِهَا عَدَمُ الْقَرْعِ الْعَنِیْفِ وَرِوَایَتَهُ الْجَهْرِ بِمَعْنٰی زَیْرِ اَصْوَاتٍ فِیْ ذَیْلِهٖ ۔ یعنی اس مسئلہ

فقہ حنفی سے آمین کی تحقیق میں فیصلہ یہ ہے کہ جن روایتوں میں پست آواز سے آمین کہنا ہے ان سے مراد بہت سخت نہ چلانا ہے اور بلند آواز سے کہنے کی روایتوں سے بالکل پست نہ کرنا ہے بلکہ گونج والی درمیانی اونچی آواز سے کہنی چاہیئے "۔

بحر العلوم مولانا عبد العلی حنفیؒ ارکان اربعہ میں تحریر فرماتے ہیں وَاَمَّا الْاِسْرَارُ بِالتَّاْمِیْنِ فَهُوَ مَذْهَبُنَا وَلَمْ یَرِدْ فِیْهِ اِلَّا مَا رَوَی الْحَاكِمُ وَهُوَ ضَعِیْفٌ جِدًّا ۔ یعنی آمین پست کہنے کے بارے میں صرف حاکم کی ایک روایت ہے ۔

اور وہ بہت ہی ضعیف ہے ؛ اسی طرح مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی تعلیق المجد شرح موطا محمد ص۱۰۸ باب آمین مطبوعہ یوسفی میں لکھتے ہیں وَالْاِنْصَافُ اَنَّ الْجَھْرَ قَوِیٌّ مِنْ حَیْثُ الدَّلِیْلِ یعنی انصاف یہ ہے کہ اونچی آواز سے آمین کہنے کا ثبوت بہت پختہ ہے۔ بلکہ آپ اپنے ایک فتوے میں لکھتے ہیں "باوصف علم اس امر کے کہ آمین بالجہر کہنا فعل نبوی ہے اس سے ناراض ہونا کام مسلمان کا نہیں ہے"۔ مجموعہ فتاویٰ ص۳۱۱ میں ہے "آمین بالجہر کہنے والے کو کہ جس نے ایک فعل موافق احادیث صحیحہ اور مطابق ایک جماعت ائمہ مجتہدین محدثین کے کیا مارنا حرام ہے مارنے والا قابل مواخذہ کے ہے"۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آمین سے چڑنا یہودیوں کا کام ہے۔ امام سندی حنفی اس حدیث کی بابت حاشیہ ابن ماجہ مصری جلد اول ص۲۴۵ میں لکھتے ہیں اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ وَرِجَالُہٗ ثِقَاتٌ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

بڑے پیر صاحبؒ کا فیصلہ | اب ہم بڑے پیر حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ کرنے والا قول نقل کر کے اپنی اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ آپ غنیۃ الطالبین مطبوعہ اسلامیہ لاہور کے ص۱۰ میں لکھتے ہیں وَالْجَھْرُ بِالْقِرَاءَۃِ وَاٰمِیْنَ یعنی (مغرب، عشاء، فجر کی نماز میں) اونچی آواز سے قراءۃ پڑھنا اور بلند آواز سے آمین کہنا چاہیئے۔

❊

رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع الیدین کرنے کی تحقیق

صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ قریب قریب حدیث کی کل کتابوں میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ صحابہ کرامؓ سے مروی ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید

رفع الیدین کی حدیثیں

امام محمدؒ کی کتاب موطا محمد میں بھی یہ حدیث ہے كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی نماز کو شروع کرتے اور جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ مشکوٰۃ نظامی ص۷۵ صحیح بخاری مصری ص۹۵ میں ہے وَإِذَا قَامَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ یعنی جب آپ دو رکعتوں کے بعد تیسری کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو بھی کھڑے ہو کر رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ بلکہ بیہقی میں حدیث ہے فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُهُ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى (تلخیص الحبیر ص۸۱) یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے رہے انتقال فرمانے کے وقت تک۔ ابوداؤد، دارمی، ترمذی ابن ماجہ وغیرہ میں حدیث ہے جس کی اصل صحیحین یعنی بخاری مسلم میں بھی ہے جسے امام ترمذیؒ وغیرہ نے حسن صحیح کہا ہے جس میں ہے کہ حضرت

ابو حمید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی ایک صحابہ کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا بیان کرتے ہیں جس میں فرماتے ہیں اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ.... ثُمَّ یُکَبِّرُ وَیَرْفَعُ یَدَیْہِ ..... ثُمَّ یَرْکَعُ .... ثُمَّ یَرْفَعُ رَأْسَہٗ فَیَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ثُمَّ یَرْفَعُ یَدَیْہِ ثُمَّ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ یعنی آپ پہلی تکبیر کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت اور دو رکعتوں کے بعد تیسری کے لئے کھڑے ہو کر رفع الیدین کیا کرتے تھے وہ سب صحابہؓ فرماتے ہیں صَدَقْتَ ھٰکَذَا کَانَ یُصَلِّیْ بیشک آپ سچے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے (مشکوٰۃ نظامی ص۷۵ باب صفۃ الصلوٰۃ)

ان بہت سی اور بالکل صحیح حدیثوں کے مطابق اہلحدیث کا مذہب ہے کہ ان چاروں جگہ یعنی پہلی تکبیر کے وقت اور رکوع میں جانے کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر اور دو رکعت کے بعد تیسری کے لئے کھڑے ہو کر رفع الیدین کرنا چاہیئے۔

حنفی مذہب میں رفع الیدین اب حنفی مذہب کی معتبر کتابوں اور حنفی مذہب کے بڑے پایہ کے علماء کرام کا فیصلہ سنئے۔ حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ مصری جلد دوم ص۸ میں تحریر فرماتے ہیں فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَذْوَمَنْکِبَیْہِ اَوْاُذُنَیْہِ وَکَذٰلِکَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ وَالَّذِیْ یَرْفَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّنْ لَّا یَرْفَعُ فَاِنَّ اَحَادِیْثَ الرَّفْعِ اَکْثَرُ وَاَثْبَتُ ۔ یعنی جب رکوع کرنا چاہے تو رفع الیدین کرے اور جب

رکوع سے سر اٹھائے تب بھی رفع الیدین کرے۔ رفع الیدین کرنے والوں کو میں نہ کرنے والوں سے زیادہ اچھا سمجھتا ہوں اس لئے کہ رفع الیدین کرنے کی حدیثیں بہت زیادہ ہیں اور بہت صحیح ہیں:" تعلیق المجد حاشیہ موطا محمد ص۹۱ مطبوعہ یوسفی میں مولانا عبدالحی حنفیؒ لکھتے ہیں اِنَّ ثُبُوْتَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُ وَاَرْجَحُ وَاَمَّا دَعْوٰى نَسْخِهٖ . . . فَلَيْسَتْ بِمُبَرْهَنٍ عَلَيْهَا بِمَا يَشْفِي الْعَلِيْلَ وَيَرْوِي الْغَلِيْلَ۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع الیدین کرنے کا بہت کافی اور نہایت عمدہ ثبوت ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ رفع الیدین منسوخ ہے ان کا قول بے دلیل ہے:" امام ابوالحسن سندی مدنی حنفیؒ حاشیہ ابن ماجہ مصری جلد اول ص۱۴۶ میں لکھتے ہیں وَاَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ نَاسِخٌ التَّرْفِعْ غَيْرِ تَكْبِيْرَةِ الْاِفْتِتَاحِ فَهُوَ قَوْلٌ بِلَا دَلِيْلٍ (اِلٰى اَنْ قَالَ) وَالرَّفْعُ اَقْوٰى وَاَكْثَرُ۔ یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ رفع الیدین کرنا منسوخ ہو گیا ان کا قول غلط ہے۔ رفع الیدین کرنے کی حدیثیں بہت زیادہ ہیں اور بہت قوی ہیں:" حنفی مذہب کی بہت بڑی معتبر کتاب در مختار مصری جلد اول ص۴۶۲ میں ہے۔ نَلَا تُفْسِدُ بِرَفْعِ يَدَيْهِ فِيْ تَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ عَلَى الْمَذْهَبِ وَمَا رُوِيَ مِنَ الْفَسَادِ فَشَاذٌّ۔ یعنی جس نے کہا کہ رفع الیدین کرنے سے نماز میں کچھ نقصان آتا ہے اس کا قول مردود ہے اور رکوع میں جانے سے اٹھنے کے وقت رفع الیدین کرنے سے کچھ نقصان نہیں ہوتا رَفْعُ الْيَدَيْنِ لَا تُفْسِدُ الصَّلٰوةَ رفع الیدین کرنے سے نماز میں

کچھ فساد نہیں پڑتا (فی الذخیرہ) تعلیقات فوائد بہیہ میں لکھتے ہیں فَاَقْبَحْ کَلَامَهٗ وَمَا اَضْعَفَهٗ اَتُفْسِدُ الصَّلٰوۃَ بِمَا تَوَاتَرَ فِعْلُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ یعنی اتقانی کا یہ کلام کہ رفع الیدین سے نماز فاسد ہو جاتی ہے کتنا برا اور کس قدر ضعیف ہے کیا اس کام کے کرنے سے نماز خراب ہو جائے گی جس کا کرنا خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ اور جس فعل کو آپؐ کے صحابہ کرامؓ بھی برابر کرتے رہے۔ فی الحقیقت مولانا عبدالحی صاحبؒ کا یہ فرمان بالکل صحیح ہے کہ رفع الیدین کرنا نبی عربی فداہ اُمّی وابی سے تواتراً ثابت ہے۔ امام سیوطیؒ ازہار المتناثرہ میں لکھتے ہیں کہ منجملہ اور متواتر حدیثوں کے رفع الیدین کرنے کی حدیث بھی متواتر ہے (تعلیق المجد ص۵۱) تینوں مذہبوں میں تینوں اماموں کے نزدیک رفع الیدین کرنا ثابت ہے یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ تینوں رفع الیدین کے قائل ہیں پھر جو شخص چاروں مذہبوں کو برحق جانتا ہو وہ رفع الیدین سے کیسے انکار کر سکتا ہے؟ امام بخاریؒ جزء رفع الیدین میں لکھتے ہیں کہ حسن اور حمید اپنی روایت سے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام (کل کے کل) رفع الیدین کیا کرتے تھے کسی ایک کو خارج نہیں کرتے تو یہ مسئلہ ایسا ہے جس پر صحابہؓ کا اجماع ہو چکا ہے۔ اور مجد الدین فیروز آبادیؒ نے سفر السعادۃ میں لکھا ہے، کثرۃ ایں معنی بہ تواتر ماندہ است وچہار صد اثر وخبر دریں باب صحیح شدہ وعشرہ مبشرہ روایت کردہ اند لایزال بریں کیفیت بود تا ازیں جہاں رحلت کردہ وغیر ازیں چیزے ثابت نشدہ۔

یعنی یہ حدیث متواتر ہے اور چار سو روایتیں رفع الیدین کرنے کے ثبوت میں آئی ہیں۔ (اور علاوہ اور بزرگ صحابیوں کے) عشرہ مبشرہ جن دس صحابہ کو آپ نے ان کی زندگی میں جنّتی فرمایا تھا انھوں نے بھی اس حدیث کو روایت فرمایا ہے جیسے حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ وغیرہ، مزید دلائل اس کتاب کے حصہ دوم میں ملاحظہ ہوں۔

بڑے پیر صاحبؒ کا فیصلہ چونکہ مجھے بہت ہی اختصار منظور ہے اس لئے میں اس بحث کو بھی امت کے قابل قدر بزرگ کے قول پر جن کو حنفی اور اہلحدیث سب مانتے ہیں ختم کرتا ہوں بڑے پیر صاحبؒ حضرت شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین مطبوعہ اسلامیہ لاہور کے ص۱۰ میں لکھتے ہیں رَفْعُ الْیَدَیْنِ عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ وَالرُّکُوْعِ وَالرَّفْعِ مِنْہُ یعنی نماز میں پہلی تکبیر کے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع الیدین کرنا چاہیئے۔

تین سو روپے نقد انعام کا وعدہ

دوستو! میرے خیال سے تو میں نے مختصراً ان تینوں مسئلوں کو بالکل صاف کر دیا ہے اب آپ اتنا اور بھی سُن رکھیئے کہ کوئی حدیث ان کے خلاف نہیں اگر کوئی صاحب مدعی ہوں تو ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر وہ رفع الیدین نہ کرنے کی یا رفع الیدین منسوخ ہونے کی ایک حدیث بھی لائیں جو صریح صحیح اور مرفوع ہو جس

پر کسی قسم کی جرح نہ ہو تو ہم حلفیہ اقرار کرتے ہیں کہ انھیں ایک سو روپے انعام دیں گے اور تحریری اقرار کریں گے کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔ اسی طرح اگر آمین دل میں کہہ لینے کی (جیسے آج کل حنفی بھائی کہتے ہیں) ایک بھی حدیث صحیح صریح مرفوع جس پر کسی قسم کی جرح نہ ہو، وہ ثابت کر دیں تو ایک سو روپے اور بھی لیں اور آمین دل میں کہہ لینے کا تحریری اقرار بھی لے لیں۔ ٹھیک اسی طرح اگر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی منع ہونے کی ایک بھی صریح مرفوع غیر مجروح صحیح حدیث پیش کر دیں تو سو روپے اور لے لیں اور ہمیشہ کے واسطے امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھنے کا تحریری اقرار نامہ لے لیں۔

آخر میں ایک آخری ڈگری جو ان تینوں مسئلوں کو صاف کر دے نقل کر دوں۔ حنفی مذہب کی بہت بڑی معتبر کتاب شامی مطبوعہ مصر جلد اول ص۵۶ میں ہے اَمَّا لَوْ صَلّٰی یَوْمًا عَلٰی مَذْهَبٍ وَاَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ یَوْمًا اٰخَرَ عَلٰی مَذْهَبٍ اٰخَرَ فَلَا یُمْنَعُ عَنْهُ یعنی ایک دن ایک شخص ایک مذہب (مثلاً حنفی مذہب) کے مطابق نماز ادا کرے (یعنی آمین رفع الیدین اور سورہ فاتحہ کے بغیر) اور دوسرے دن دوسرے مذہب (مثلاً شافعی مذہب) کے مطابق (آمین بالجہر۔ رفع الیدین اور سورہ فاتحہ سے) نماز پڑھے تو اسے روکا نہ جائے (کیونکہ یہ جائز ہے)

فقہ میں اہل حدیث کی نماز مندرجہ بالا دلائل پڑھ کر میرا خیال ہے کہ ایک ادنیٰ سا مومن بھی اب ان افعال سے نفرت اور چڑ رکھے گا اور اہلحدیث اور اہل فقہ

یں جو نت نئے جھگڑے کھڑے ہوتے رہتے ہیں اور ان مسائل کی بابت کھینچ تان ہوتی رہتی ہے اور نوبت فوجداری پہنچتی رہتی ہے۔ انشاء اللہ انصاف پسند احباب اس خطرناک راہ اب نہ چلیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب آپ کو وہ متفقہ فیصلہ علمار اہلحدیث وعلمار اہل فقہ کا بھی سناؤں جو دہلی کی عدالت میں باضابطہ داخل کیا گیا۔

معاہدۂ علمار اہلحدیث و علمار اہلِ فقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی

برادران! آپ کو معلوم ہوگا کہ ۱۶ر جنوری ۱۸۸۲ء کو عدالت کمشنری دہلی میں علمائے اہلحدیث اور علمائے اہل فقہ نے ایک متفقہ فیصلہ میجر جی گارڈن ینگ صاحب کے وقت داخل کیا تھا جس کی نقل ۱۲۹۹ھ میں مطبع مجتبائی دہلی چھپ گئی ہے جس میں طرفین نے صاف لکھا ہے کہ ان فروعی اختلافات کے سبب اتفاقی حرمتوں مثلاً ضد کینہ عداوت فساد میں مسلمان مبتلا نہ ہوں ایک فریق کی نماز دوسرے کے پیچھے بشرطِ رعایتِ عدم مفسدات جائز ہے آپس میں محبت و اتحاد رکھیں اور کوئی کسی کو برا اور بدمذہب نہ جانے، مساجد میں کسی فریق کا کوئی فریق فریقین سے مانع ومزاحم نہ ہو جس پر مندرجہ ذیل علمار اہلحدیث وعلمار اہلِ فقہ کی مہریں اور دستخط ہیں:۔

(۱) غلام اکبر خاں (۲) سید محمد ابو المنصور (۳) ابو محمد زین العابدین (۴) محمد حمایت اللہ جلیسری (۵) محمد حبیب اللہ (۶) محمد یعقوب (۷) محمد تلطف حسین (۸) سید محمد نذیر حسین (۹) قاضی القضاۃ محمد ابراہیم خاں (۱۰) مولوی محمد عبد الحق مدرس

مدرسہ فتحپوری (۱۱) شریف حسین (۱۲) عاشق علی (۱۳) ابوالخیر محمد یونس (۱۴) حفیظ اللہ (۱۵) محمد یوسف (۱۶) حسن علی (۱۷) محمد اسحٰق (۱۸) محمد جمیل (۱۹) محمد عبداللہ مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب (۲۰) ابو محمد (۲۱) سید لطیف حسین (۲۲) محمد علاؤالدین (۲۳) محمد عبدالرب (۲۴) محمد احمد زین العابدین (۲۵) منیر الدولہ فیض رقم حافظ محمد امیر الدین جنگ بہادر روشن علی خاں (۲۶) مولوی رحیم بخش محمد مسعود امام مسجد فتحپوری (۲۷) نواب قطب الدین خاں (۲۸) محمد یعقوب ولد مولوی کریم اللہ (۲۹) محمد عبدالرشید ولد مولوی عبدالحکیم (۳۰) ابونعیم مولوی محمد عبدالحکیم لکھنوی (۳۱) محمد سلیم اللہ بدایونی۔ (۳۲) سید محمد اسمٰعیل عظیم آبادی (۳۳) قادر بخش (۳۴) محمد عبدالمجید مہتمم مدرسۃ القرآن، (۳۵) سید محمد امام جامع مسجد دہلی (۳۶) مولوی محمد شاہ مدرس مدرسہ فتحپوری (۳۷) عبدالجبار مدرس مدرسۃ القرآن

زاں بعد اب یہ ایک اور فتویٰ ملاحظہ ہو جس پر ۳۹ علمار حنفیہ کی مہریں ثبت ہیں اور جس سے اہلِ حدیث کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے

اہلِ حدیث کی نسبت علمار متاخرین احناف کا فتویٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کیا فرماتے ہیں علمار دین اس بارے میں کہ ہم حنفی مذہب کے ہمراہ شاملِ صف ہو کر کسی شخص کا پکار کے آمین کہنا ہمارے لئے موجب فسادِ نماز یا کراہیت نماز ہے

یا نہیں؟ اگر اس کا آمین کہنا ہمارے واسطے موجب فسادِ نماز یا باعث کراہیت ہے تو یہ حنفی مذہب کی کونسی معتبر کتاب میں لکھا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

آمین جہر سے کہنا غیر مذہب کا مذہب حنفی والے کو مفسد نماز نہیں ہے اور نہ موجبِ کراہیت کیونکہ فعل ایک مصلی کا دوسرے مصلی کی طرف مفضی نہیں ہوتا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی۔ ۲۸ رجادی الاول ۱۲۹۴ھ

بلکہ اگر آمین کے جہر کرنے سے امام قرأت بھول جاوے تو کراہیت اسکی مجاہر پر نہ ہوگی

صحیح الجواب بلا ارتیاب حررہ محمد عبدالحق الجواب صحیح کتبہ محمد یعقوب دہلوی

صحیح الجواب — الجواب صحیح — الجواب صحیح

محمد مسعود عفی عنہ	یوسف ۱۲۸۴ عبدہ سید	سید حسن شاہ	فدا بادشاہ بنام محمد ہاشم
	دہلوی	رامپوری	میرٹھی

محمد کرامت اللہ سنہ ۱۲۹۲	احمد مست از منصور علی	محمد عبدالحق ۱۲۸۷	محمد عبدالقادر ۱۲۸۸
دہلوی			دہلوی

عندہ ذالک کذالک محمد اسمٰعیل فلانہ الجلیل الدلیل
بلاشبہ جواب ثانی صحیح ہے

امام فن مناظرہ اہل الکتاب سید ناصر الدین محمد ابو منصور ۱۲۹۱

اکبر علی خاں ولد محمد رحیم علی خاں	محمد عبدالرب	وارد امید شفاعت از محمد یعقوب

لاریب فی ہذا الجواب　　　الجواب صحیح　　　ابویحیی محمد ۱۳۱۲ مدرس مدرسہ حسین

قیہ اسمہ احمد بالعا　　　محمد فضل احمد　　　وتولوا علیٰ العزیز الرحمن　　　نظام الدین جھجھرے　　　مرحوم دہلوی

من اجاب فقد اصاب　　　الجواب صحیح　　　الجواب صحیح۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ　　　ہذا جواب لاریب المرتاب

محمد عبداللطیف عفی عنہ　　　بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ　　　رشید احمد　　　محمد حسین عفی عنہ

مقیم میرٹھ　　　مفتی مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح　　　الجواب صحیح　　　والجواب مذکور صحیح اذا کان المقصود اتباع السنۃ　　　محمد اسمٰعیل انصاری

محمد نور اللہ عفی عنہ　　　بندہ محمود عفی عنہ　　　والا فالافضل عندی الامتناع واللہ اعلم بالصواب

میرے نزدیک تو اگر خود حنفی بھی آمین بالجہر کہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی نہ کہ دوسرا شخص کہے اور حنفی کی نماز فاسد ہو جائے حق یہ ہے کہ جہر اور اخفا دونوں فعل مسنون ہیں۔ ائمہ حنفیہ کو جواز جہر میں خلاف نہیں ہے صرف الاولیت میں اختلاف ہے چنانچہ حنفیہ اخفا کو اولیٰ سمجھتے ہیں اور ائمہ جہر کو، پس سائل کو اپنی نماز کے فساد کا کیا معنی کراہیت کا بھی شبہ نہ کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمد اسماعیل عفا اللہ تعالیٰ عنہ ساکن کول۔ جواب المجیب حق والحق احق ان یتبع

محمد اسمٰعیل　　　الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ انبیٹھوی　　　محمود حسن　　　التقادم الباری عبداللہ انصاری امروہوی وارد بلدہ بھوپال

جملہ جوابات مجیبین کے صحیح۔ لیکن مولوی محمد اسمٰعیل صاحب انصاری مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم کا تحریر فرمانا خلاف شان علماء کے ہے۔ کیونکہ جب ایک

امر حدیث سے سنت ثابت ہو چکا ہے پھر اس کے عامل پر الزام نفس نیت کس طرح ہو سکتا ہے نماز میں کسی قسم کی خرابی جب واقع ہوتی ہے کہ خلاف امر مشروع نماز کیا جائے۔ اور آمین بالجہر کے تو علماء حنفیہ بھی قائل ہیں، چنانچہ مولوی شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں وَالظَّاهِرُ الْحَمْلُ عَلٰى كِلَا الْعَمَلَيْنِ یعنی جہر اور سر دونوں جائز ہیں اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں وَالْاِنْصَافُ اَنَّ الْجَهْرَ قَوِيٌّ مِنْ حَيْثُ الدَّلِيْلِ یعنی جہر قوی ہے باعتبار دلیل کے۔ اور ابن ہمام نے لکھا ہے لَوْ كَانَ اِلَيَّ فِيْ هٰذَا شَيْئٌ لَوَفَّقْتُ بَيْنَهُمَا اَنْ يُّرَادَ بِرِوَايَةِ الْخَفْضِ عَدَمُ الْقَرْعِ الْعَنِيْفِ وَبِرِوَايَةِ الْجَهْرِ بِمَعْنٰى زِيْرِ الصَّوْتِ وَذَيْلِهَا یعنی اس بارے میں اگر مجھ سے پوچھا جائے تو میں دونوں قسم کی روایتوں میں مطابقت دے سکتا ہوں کہ آہستہ کی روایت سے یہ مراد ہے کہ بہت زور کی آواز نہ ہو اور جہر کی روایت سے یہ مراد ہے کہ گونجتی ہوئی آواز ہو یعنی بہر دو صورت آواز سے ہی رہا ہے اور نیز دیگر علماء بھی قائل ہیں مانند اُن کے بحر العلوم لکھنویؒ حنفی اپنی کتاب ارکان اربعہ مطبوعہ علوی ص۲۰ میں فرماتے ہیں کہ " در باب آہستہ گفتن آمین ہیچ وارد نشدہ مگر حدیث ضعیف " یعنی آمین آہستہ کے واسطے کوئی حدیث قوی نہیں وارد ہے مگر ایک حدیث ضعیف " اور مولانا سلامت اللہ صاحب حنفی بھی قائل ہیں جیسا کہ اپنی کتاب شرح الموطا میں لکھا ہے بروایت حضرت ابو ہریرہ کے۔

حررہ عبدالصمد حنفی متوطن گوٹھاؤلی ضلع بلندشہر مورخہ ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ بنوالمصیب ، کسی دوسرے شخص کا زور سے آمین کہنا احناف کے واسطے نہ موجبِ فساد نماز ہے نہ کراہیت احناف اور غیر احناف میں جو کچھ اختلاف اس بارے میں ہے وہ محض اولویت اور عدم اولویت کا ہے اس سے فساد نماز کسی مذہب کا نہیں۔ زمانۂ صحابہ سے لے کر آج تک یہ تعامل چلا آرہا ہے کہ دونوں فریق ایک جگہ نماز پڑھتے رہے البتہ سب وشتم اور لعن طعن باہم نہ ہونا چاہیئے واللہ اعلم

کتبہ عبداللطیف عفی عنہ از دفتر ندوۃ العلماء کان پور ۲۶ رجادی الثانی ۱۳۱۴ھ

الجواب صواب دستخط احمد علی عفی عنہ

مہر ندوۃ العلماء کان پور

عبدالمومن عفی عنہ دیوبندی عبداللہ خاں مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ

عبدالمومن مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ محمد ریاض الدین احمد مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ

آمین بالجہر کہنے سے آمین بالاخفا کہنے والوں کی نماز میں کسی طرح کا فساد نہیں ہے۔

حررہ محمد رمضان عفی عنہ واعظ جامع مسجد آگرہ

ناظرین کرام ! فریقین کے معتبر علمائے کرام کا فیصلہ جو باضابطہ سرمہر عدالت میں داخل کیا گیا ہے۔ آپ نے پڑھ لیا۔ پھر خاص حنفی مذہب کے چیدہ چیدہ ۳۹ علمائے کرام کا فتویٰ آپ نے پڑھ لیا اس سے پہلے اس رسالہ کے گذشتہ صفحات میں آپ نے ان تینوں مسئلوں کی نسبت صحیح حدیثیں اور حنفی مذہب کی

معتبر کتابوں کی عبارتیں اور اولیاء اللہ کی شہادتیں پڑھ لی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اب آپ کو اہلحدیث کی اقتداء کی بابت بھی مسئلہ بتلا دوں۔

اہلحدیث کی اقتداء اور امامت

گو آپ متفقہ فیصلہ میں بھی ابھی ابھی پڑھ چکے ہیں کہ فریقین کی ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے، ایک دوسرے کو اپنی مسجد سے نہ روکے لیکن اور سنئے۔ مولانا مولوی عبدالحی حنفی لکھنوی اہلحدیث کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں "ایسے لوگوں کو مسجد سے ممانعت کرنا درست نہیں ہے اور ان کے پیچھے اقتداء درست ہے" مجموعہ فتاویٰ یوسفی ص۲۱۵ ج ۲ ملا علی قاری جو حنفی مذہب کے ایک جید پیشوا ہیں۔ اپنی کتاب الاہتداء فی الاقتداء میں لکھتے ہیں" ذَهَبَ عَامَّةُ مَشَائِخِنَا اِلَی الْجَوَازِ الخ یعنی حنفی مذہب کے بزرگ پیشواؤں کا بہ تعداد کثیر یہی فتویٰ ہے کہ مخالف مذہب والے مسلمان کے پیچھے فرض نماز حنفی مقتدی کی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ امام رفع الیدین وغیرہ کرتا ہو صحابہ تابعین اور ائمہ مجتہدین سے یہی ثابت ہے۔ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب الانصاف میں تحریر فرماتے ہیں۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب عالمگیری[۵]، نہایہ[۶]، شرح وقایہ وغیرہ میں بھی یہی لکھا ہے۔ حنفی مذہب کے مایۂ ناز علامہ عینی شرح کنز میں لکھتے ہیں "یَجُوْزُ اِقْتِدَاءُ الْحَنَفِیِّ

بِالشَّافِعِيِّ وَالشَّافِعِيُّ بِالْحَنَفِيِّ كَذَا الْمَالِكِيُّ بِالْحَنْبَلِيِّ ۔ یعنی حنفی کی اقتدا شافعی کے پیچھے اور شافعی کی حنفی کے پیچھے اور اسی طرح مالکی کی حنبلی کے پیچھے جائز درست ہے۔ مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی کی کتاب مجموعہ فتاویٰ ص۱۷۷ جلد اول میں ہے "بسند فعل صحابہ وتابعین وقول وفعل امام ابوحنیفہ وابو یوسف و امام شافعی و امام احمد بن حنبل وغیرہ ائمہ مجتہدین ثابت ہوا کہ اقتدا حنفی کی خلف شافعی ومالکی وحنبلی کے مطلقاً جائز ہے اور رفع الیدین اور آمین بالجہر کہنا امام کا مفسد نماز مقتدی ومانع جواز اقتدا نہیں ہو سکتا۔ اے حنفی بھائیو! لواب میں تمہیں اس بارے میں خود حضرت امام ابوحنیفہؒ کا فیصلہ سناؤں، کتاب فقہ اکبر ص۸ مطبوعہ لکھنؤ میں ہے وَالصَّلٰوةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّ فَاجِرٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی ہر ایک مسلمان نیک وبد کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔

برادران! اب میں آپ کو بتاؤں کہ حنفی مذہب میں اہل حدیث کو مساجد سے روکنا بھی حرام ہے۔

اہل حدیث کو مسجدوں سے روکنے کی حرمت

خداوند تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۔ یعنی سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا

ذکر کرنے والوں کو اللہ کی مسجدوں سے روکے؟ قرآن پاک نے مسجدوں پر کسی کی ملکیت نہیں رکھی نہ متولی کی نہ بانی کی نہ اہل محلہ کی بلکہ فرماتا ہے وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ مسجدیں صرف اللہ ہی کی ملکیت ہیں۔ معتبر تفسیروں اور حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد جس میں ساٹھ آدمی ہیں جس کے سردار کا نام عبدالمسیح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ کرنے کو مدینہ شریف آیا باوجودیکہ آپ کو ان کا مشرک ہونا دشمن ہونا، برسرپیکار رہونا معلوم ہے لیکن پھر بھی آپ انھیں مسجد میں ٹھیراتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ عرض بھی کرتے ہیں کہ حضور یہ مشرک لوگ ہیں۔ آپ جواب دیتے ہیں کہ زمین نجس نہیں ہوتی جب ان کی نماز کا وقت آتا ہے تو خدا کے نبیؐ انھیں اپنی مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں اور وہ آپ کے سامنے آپ کی موجودگی میں اپنے عیسائی مذہب کے طریقہ کے مطابق قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے مشرق کی جانب بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں ملاحظہ ہو تفسیر خازن تفسیر ابوالسعود تفسیر مظہری ابن کثیر ابن جریر وغیرہ۔ افسوس جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اخلاق، جس کی یہ رواداری ہو آج اس کی امت کی یہ حالت ہے کہ فروعی اور وہ بھی صرف خیالی اختلاف کی بنا پر کلمہ گو، موحد، متبع سنت جماعت کو خدا کے گھروں میں خدا کا ذکر کرنے سے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے روکے؟

برادران! آیئے اب میں آپ کو حنفی مذہب کی معتبر کتابوں سے بھی اس مسئلہ کا

حنفی مذہب کا فتویٰ

فیصلہ سناؤں ۔ ہدایہ مجتبائی جلد ۲ کتاب الوقف ص۶۲۱ میں ہے لِاَنَّ الْمَسْجِدَ مَالَا يَكُوْنُ لِاَحَدٍ فِيْهِ حَقُّ الْمَنْعِ ۔ مسجد وہی ہے جس سے کسی کو روکنے کا حق نہ ہو۔ فتاویٰ خانیہ برحاشیہ عالمگیری مطبوعہ میمنیہ مصر جلد ثالث کتاب الوقف ص۲۲۱ کی آخر سطر میں ہے لِاَنَّ الْمَسْجِدَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوْحَقُّ عَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ یعنی مسجد اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور عام مسلمانوں کا ۔ مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی حنفی جلد دوم مطبوعہ یوسفی کتاب التقلید ص۲۶۸ پر ہے "مسجد بنانے والے کی ملکیت مسجد نہیں رہتی اور اس میں سب مسلمان بطور شرع نماز ادا کرسکتے ہیں۔ اور ایک وقت اور ایک جماعت سے بھی پڑھ سکتے ہیں" فتح القدیر جلد ۲ ص۸۵ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خارجیوں سے کہا لَانَمْنَعُكُمْ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ تَذْكُرُوْا فِيْهَا اسْمَ اللّٰهِ ۔ یعنی ہم تمہیں مسجدوں سے نہیں روکتے تم بیشک ان میں ذکر اللہ کیا کرو" ۔ بحرالرائق مصری جلد دوم ص۶ میں ہے لَايَجُوْزُ لِاَحَدٍ مُطْلَقًا اَنْ يَّمْنَعَ مُؤْمِنًا مِّنْ عِبَادَةٍ يَّاتِيْ بِهَا فِى الْمَسْجِدِ ۔ یعنی ہرگز ہرگز کسی شخص کو کسی وقت جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو کسی قسم کی عبادت سے کسی مسجد میں روکے ۔

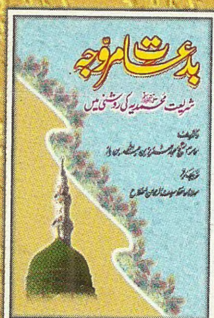
بھائیو! میں نے اختصار کے ساتھ آپ کو یہ بھی بتادیا کہ آمین بالجہر رفع الیدین سورہ فاتحہ حنفی مذہب میں بھی جائز ہے ۔ یہ بھی ثابت کردیا کہ آپس میں ایک دوسرے

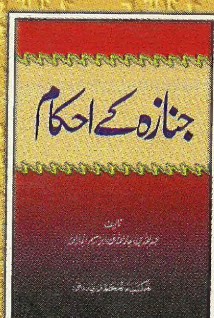
کے پیچھے باوجود ان مسائل کے اختلاف کے نماز جائز و درست ہے ۔ یہ بھی آپ نے معلوم کر لیا کہ مسجد سے مسلمان کو روکنا حرام ہے ۔ یہ بھی آپ نے معلوم کر لیا کہ ان اختلاف کی وجہ سے دشمنی رکھنا ناروا ہے ۔ اب میں امید کرتا ہوں کہ آپ مل کر رہیں گے اور آپس کی نااتفاقیوں کو میٹ دیں گے ، اپنی قوتیں اور طاقتیں آپس میں ایک دوسرے ہی پر خرچ نہ کریں گے بلکہ خدا کے اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر اسے استعمال کریں گے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق خیر دے ۔ اَللّٰهُمَّ أَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ آمین یارب العلمین ۔

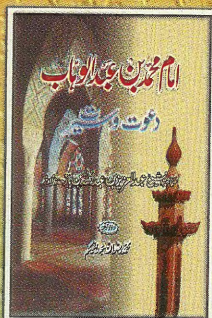
الراقم العاجز

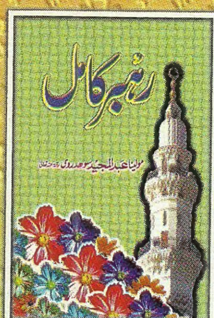
محمد بن ابراہیم جوناگڈھی

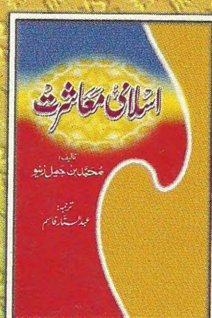


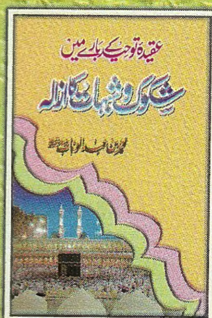


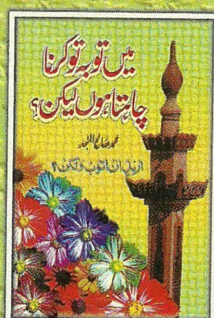


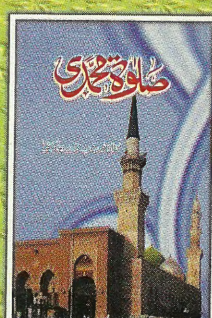












مکتبہ محمدیہ دہلی